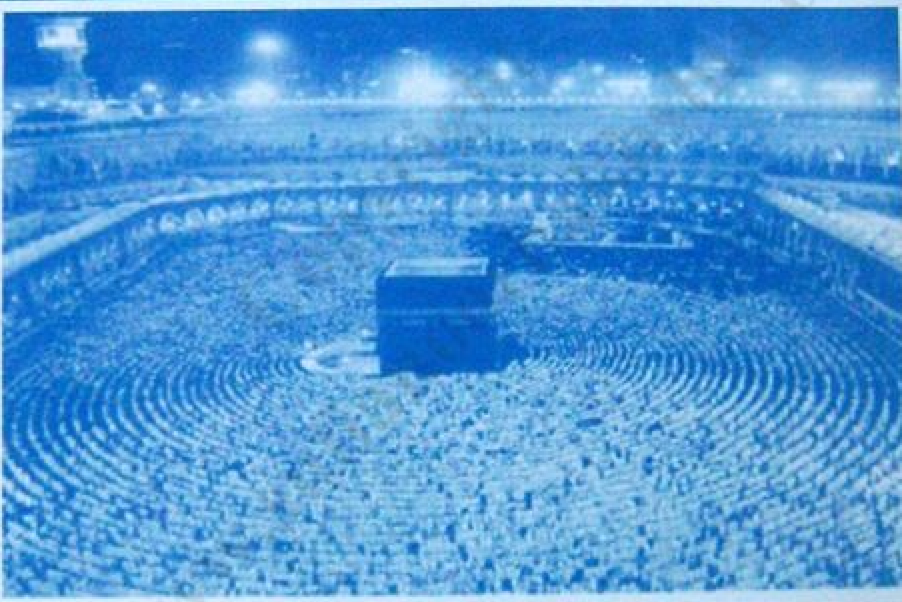
ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل
اسلام آباد

شمارہ نمبر ۸۰ | قیمت پندرہ روپے | جنوری ۲۰۰۷ء



یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی
(اقبالؒ)

اظہار تشکر

ادارہ نوائے صوفیہ کی اپیل پر شمارہ ۷۸ اور ۷۹ میں درج ذیل نمائندوں نے امدادی رقم/بقایا جات ارسال کیے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اس کے علاوہ جن نمائندوں نے اس دوران رقم ارسال کی ہو وہ اگر اس لسٹ میں شامل نہیں ہے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ چیک کر کے مطلع کیا جا سکے۔

۱۔حاجی غلام نبی شاہین صاحب سعودی عرب	نمائندہ نوائے صوفیہ	=	۵۳۳۸۸/-
۲۔شیر علی صاحب ڈغونی/بلغار	=	=	۳۰۰۰/-
۳۔موسیٰ علی حسرت خپلو	=	=	۳۲۰۰/-
۴۔اشرف حسین صاحب منگو پیر کراچی	=	=	۱۵۰۰/-
۵۔شمیم رضا گنجی صاحب خپلو	=	=	۱۳۱۰/-
۶۔حاجی محمد علی تھلوی صاحب خپلو	=	=	۱۴۰۰/-
۷۔ماسٹر شکور صاحب خپلو	=	=	۹۰۰/-
۸۔مولانا شکور علی انور صاحب گلگت	=	=	۹۱۵/-
۹۔محمد حسن جنیدی صاحب کریس	=	=	۷۱۰/-
۱۰۔مولانا محمد رضا ضیاء سرمیک	=	=	۳۰۰/-
۱۱۔غلام نبی صاحب کراچی	=		۳۳۰/
۱۲۔صوفی محمد علی لاہور		=	۳۷۵/-
۱۳۔محمد یسین و عبدالکریم کھرکوہ		=	۴۸۰/-
		ٹوٹل	۹۸۳۰۸

جھوٹے پروپگنڈہ کی مذمت

تمام اہل نوربخشیہ جانتی ہے کہ کراچی میں اہل نوربخشیہ کی جائداد پر نام نہاد ٹرسٹیوں کے قبضہ کے خلاف جو کیس دائر ہے اس کی سماعت بدستور جاری ہے نہ تو کیس خارج ہوا ہے اور نہ قابض ٹرسٹیوں کے حق میں فیصلہ ہوا ہے تبیان نامی فرقہ واریت پھیلانے والے غیر قانونی پمفلٹ جس کی شمارہ ۲۶ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے حسب روایات عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ٹرسٹ کا کیس اپنے حق میں فیصلہ ہونے کا جھوٹا شوشا کر کے عوام کو مبارک باد دی ہے اور شمارہ ۲۴ میں اس انجمن کے صدر نے توہین عدالت کرتے ہوئے لکھا ہے فیصلہ آگئی جیب ۔ م ۔ ب۔ اس قسم کا پروپگنڈہ دراصل عدالت کو بائی جیک کرنے کی کوشش ہے۔ آگاہ رہے ٹرسٹ کا کیس ابھی تک عدالت میں زیر سماعت ہے فیصلہ ہونے تک اس قسم کا پروپگنڈہ توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا عدالت کو اس کا سخت نوٹس لینا چاہئے۔ عوام الناس آگاہ رہے کیس باقاعدہ زیر سماعت ہے وہ قابض ٹرسٹیوں کے جھوٹے پروپگنڈوں سے بدگمان نہ ہوں۔ مشتعل نہ ہوں اگر ان کے حق میں فیصلہ ہوا ہے تو ثبوت پیش کیوں نہیں کرتے شاید انہوں نے خواب دیکھا ہوگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماھنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۸۰ — قیمت پندرہ روپے — جنوری ۲۰۰۴ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر اعلیٰ علامہ محمد بشیر، آرگنائزرز: غلام مہدی تصوفی، جی ایچ معروفی، لیاقت علی خان

خط و کتاب کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1، اسلام آباد پاکستان

اکاؤنٹ نمبر UBL 17738 سیکریٹریٹ برانچ، اسلام آباد

نوٹ: مضامین اور مندرجات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے انٹر گرافک پرنٹرز آئی نائن فور اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ G-6/1-1،358-A سے شائع کیا۔

Composed & Designed By: Mujahid Hussain Kawish

ادار یہ

تفکر وتذکر

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عالم آب وگل میں مخلوقاتِ خدا کی بے شمار قسمیں اپنے اپنے مخصوص انداز میں بسرا کرتی ہیں۔ ہر ایک مخلوق کو اپنے عارضی وجود سے بے حد پیار ہوا کرتا ہے۔ اپنے عارضی وجود کو دوام بخشنے کی خواہش فطری طور پر ہر مخلوق میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ زندگی کی گاڑی کو خوشگوار انداز میں رواں دواں رکھنے کا شوق ہر مخلوق کی سوچ کی انتہا قرار پاتا رہتا ہے۔ ہر مخلوق اپنی دفاعی حکمتِ عملی اپنے ہی انداز میں تیار کرتی رہتی ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر بقا کی جنگ میں اُسے قابلِ ذکر کامرانی حاصل ہو سکے۔ چنانچہ جو مخلوق منظم اور مضبوط دفاعی حکمتِ عملی تیار کرتی ہے وہ اپنی بقا کی جنگ جیت جاتی ہے۔ اور اپنے عارضی وجود کو دوام بخشنے کی اُس کی آرزو پوری ہو جاتی ہے۔ جس مخلوق کی دفاعی حکمت عملی ناقص ہوتی ہے وہ اپنی بقا کی جنگ ہار جاتی ہے اور اپنے عارضی وجود کو دوام بخشنے کی اُس کی آرزو بکھرے ہوئے خواب کی تصویر بن کر رہ جاتی ہے۔ اُس کے لئے زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ ہر سو ناکامی اُس کے انتظار میں رہتی ہے۔ اُس کی آنکھیں کامرانی کو ترستی رہتی ہیں۔ آخرکار کفِ افسوس ملتے ملتے وہ عدم سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

دو وجود:

مخلوقِ مکلف کی حیثیت کے حوالے سے دو وجود پائے جاتے ہیں۔

۱۔ مادی وجود ۲۔ روحانی وجود

مادی وجود ہر مخلوقِ مکلف کا اپنا جسمانی ہیئت کذائی ہے۔ یعنی یہ وہ وجود ہے جو جسم طبعی کہلایا جا سکتا ہے۔ یہ طول، عرض اور عمق کے ساتھ موصوف ہوا کرتا ہے۔

روحانی وجود ہر مخلوقِ مکلف کی اُن بیرونی ذمہ داریوں سے عبارت ہے جن کو مکلف ہونے کے ناطے اُس نے قبول کر رکھا ہے۔ گویا یہ وجود مادی وجود کو عارض ہونے والی ایک عظیم امانت ہے۔ اس امانت کی صحیح معنوں میں حفاظت کا وہ ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ مخلوقِ مکلف کے وجود کے دو پہلو ہمارے سامنے آگئے۔ روحانی وجود زیادہ اہمیت کا حامل ہوا کرتا ہے۔ اگر یہ پہلو نہ ہو تو صرف مادی وجود کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ہر بیدار مغز مخلوقِ مکلف اپنے روحانی وجود والی معنوی ہیئت کذائی کو ہر قسم کی خلل اندازی سے پاک رکھنے کی سعی جاری رکھتا ہے۔ مگر اس سلسلے میں اس کی گئی سعی مشکور سعی قرار پاتا جائے تو اس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ اگر اس کی سعی غیر مشکور قرار پا جائے تو اس کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔

مجرمانہ خاموشی:

اہل صوفیہ نوربخشیہ کا اپنا روحانی وجود ہے۔ اس روحانی وجود والی معنوی ہیئت کذائی کو ہر قسم کی خلل اندازی سے محفوظ رکھنے کی تمام تر ذمہ داری ہماری مرکزی قیادت اور دیگر جملہ اہل علم پر عائد ہوتی ہے۔ تقریباً گیارہویں صدی ہجری میں صوفیہ نوربخشیہ مکتبِ فکر میں بیرونی نقب

زنی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ رفتہ رفتہ اس میں مزید رخنہ اندازی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ تیرہوں صدی ہجری کے اختتام اور چودہویں ہجری کے آغاز تک بلتستان کے علاقے کے ہمارے روحانی وجود والی معنوی بیت کذائی کو ترستے رہ گئے۔ ہماری مرکزی قیادت اور دیگر اہل تبلیغ نے اس بھیانک منظر کے آگے سینہ سپر ہونے کے بجائے مجرمانہ خاموشی اختیار کرنے کو ترجیح دی اور اکثر خود بھی اس معنوی سیلاب میں بہہ گئے۔ اس معنوی سیلاب کے بہاؤ کی تیزی تاحال جاری نظر آتی ہے۔ ایسے میں عقلمندان ملت پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس معنوی سیلاب کے آگے مضبوط معنوی پشتے تعمیر کرنے کی طرف اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھے تاکہ ہمارے معنوی وجود کو اس خطرناک معنوی سیلاب میں مزید بہہ جانے سے روکا جا سکے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بعض حلقے ماضی میں ہمارے معنوی وجود کو لاحق شدہ تلخ ترین تجربات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ''آبیل مجھے مار'' والا نظریہ اپنائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ 28 دسمبر 2003ء کو ایک غیر نوربخشی تنظیم مسمی ''نوجوانِ عمل'' نے ایک نوربخشی جامع مسجد میں ایک فنکشن منعقد کیا۔ اس پر علاقے کے بیدار مغز نوربخشیوں کی طرف سے مسجد کی انتظامیہ کو سات سوالات پیش کئے گئے اور انتظامیہ سے ان سوالات کے تسلی بخش جوابات مانگے گئے ہیں۔ سوالات کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ بحیثیت نوربخشی کیا آپ مذہب کے ساتھ مخلص ہیں؟

۲۔ آخر کب تک آنکھیں بند کر کے اپنے ساتھ نوربخشی عوام کو گمراہ کرتے رہیں گے؟

۳۔ کیا اراکین انجمن کو اپنی آنکھیں کھولنے کے لئے مزید کسی ثبوت کی ضرورت ہے؟

۴۔ کیا اس جلسے کا مقصد بلتی قوم کے نام پر نوربخشی عوام کو گمراہ کرنا نہیں تھا؟

۵۔ کیا اس جلسے کو منعقد کرنے کے لئے نوربخشی عوام کو اعتماد میں لیا گیا؟

۶۔ کیا نوربخشی عوام اپنی مساجد میں اس طرح کے جلسے اور کسی غیر نوربخشی مسلک کی تشہیر برداشت کریں گے؟

۷۔ کیا نوربخشی عوام اپنے ماضی کے تلخ تجربات کو بھلا کر پھر سے گذشتہ غلطیوں کو دہرائیں گے؟

واقعی اگر ایسا معاملہ ہوا ہو تو مسجد کی انتظامیہ سے پوچھے گئے مذکورہ سات سوالات برمحل ہیں۔ اس پر ہمیں میر تقی میر کی بات یاد آگئی۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

نوجوانانِ ملاگروونگ کا ایثار:

ملاگروونگ ڈاغونی کے ایمانی حرارت والے نوجوان سپاہی سلیم عباس، اعجاز حسین، محمد ابراہیم اور ولایت علی نے گذشتہ عید الفطر کے موقع پر نوائے صوفیہ کے چندے کی مہم چلا کر مبلغ چار ہزار روپے محترم بشیر علی صاحب کے ذریعے پہنچا دیئے۔ ادارہ ان کا شکر گزار ہے۔

اراکینِ انجمن فیضانِ حیدر کرار کا ایثار

کراچی میں مقیم اراکین انجمن فیضان حیدر کرار اورل کریس کی طرف سے نوائے صوفیہ کے لئے محترم اشرف حسین صاحب نے مبلغ پندرہ سو روپے ارسال کئے ہیں۔ ادارہ ان کا شکر گزار ہے۔

• الکتاب •

القرآن

مولوی عبدالحمید

آیت نمبر ۳۵:

وَقُلْنَا يَاآدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ط

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جو چاہے جہاں سے چاہے کھاؤ مگر اس درخت کے قریب مت جاؤ ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں (شامل) ہو جاؤ گے۔

گذشتہ آیت سے ربط:

سابقہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جائیں تا کہ بعد میں کسی کو بغاوت یا سرکشی کی جرأت نہ رہے۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی بڑائی کا اقرار کرتے ہوئے ان کے آگے تعظیم کیلئے جھک گئے۔ اس آیت میں مرتبہ خلافت کی آزمائش کے لئے آدم اور حوا علیہا السلام کے جنت میں قیام کا ذکر فرمایا۔

حضرت حوا سلام اللہ علیہا کی تخلیق:

مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اکیلے اور تنہا جنت میں رہتے تھے تو ان کی طبیعت گھبرانے لگتی اور اکتاہٹ محسوس ہونے لگی۔ ایک دفعہ آدم علیہ السلام نیند میں تھے کہ اللہ نے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق فرمائی۔ آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک حسین وجمیل اور صورت وسیرت کا مرقع ان کے سامنے کھڑی ہے۔ آدم علیہ السلام نے سوال کیا یہ کون ہے تو جواب ملا یہ آپ کے لئے اللہ نے بطور بیوی ساتھی بنائی ہے۔

شجرۂ ممنوعہ:

آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جنت میں ہر طرح کی آزادی تھی کہ جہاں سے چاہے کھائے۔ مگر ایک مخصوص درخت کے بارے میں حکم ہوا کہ اس کے قریب بھی نہ جائے یعنی اس پھل کو کھانے سے سختی سے منع کیا گیا۔ اس درخت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ وہ کونسا درخت تھا۔ بعض نے کہا کہ وہ "جو" تھا بعض نے کہا وہ گندم تھا بعض نے کہا وہ انگور تھا۔ سفیان ثوری نے کہا وہ کھجور کا درخت تھا۔

بعض نے کہا۔ شَجَرَةٌ أَلْيَنُ مِنَ الزُّبْدِ وَأَحْلَىٰ مِنَ الْعَسَلِ ایک ایسا پھل تھا جو مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ تَأْكُلُهُ الْمَلَائِكَةُ لِخُلْدِهِمْ ۔ فرشتے اس پھل سے کھاتے تھے تا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔

شیطان نے جب آدم علیہ السلام کو اپنی دشمنی کی وجہ سے جب بہکانا چاہا تو کہنے لگا:

يَاآدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَىٰ .

❖: فتکونا من الظالمین.

ظلم کا لفظی معنی ہے **وضع الشی فی غیر محله.** کسی چیز کو اس کے مناسب مقام پر نہ رکھنا ظلم ہے یعنی حق تلفی کا نام ظلم ہے۔ جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو تین حق تلف کرتا ہے۔

اولاً:

اللہ کا حق، کیونکہ وہ ذات اس کا مستحق ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔

ثانیاً:

ان تمام چیزوں کے حقوق جن کو اس نے نافرمانی کے ارتکاب میں استعمال کیا۔

ثالثاً:

خود اپنا حق، کیونکہ اس پر اس کی اپنی ذات کا بھی حق ہے کہ اسے تباہی اور گندگی سے بچائے جب وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ اللہ کے سزا کا مستحق ہو جاتا ہے اور در اصل اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے۔ اس لئے اس مقام پر حضرت آدم وحوا سلام اللہ علیہما کو ویسے ہی ظالمین کا لفظ استعمال ہوا۔

جنت میں کیوں رکھا:

آدم علیہ السلام کا روئے زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجنے سے پہلے امتحان مقصود تھا۔ نیز آدم علیہ السلام کے اس واقعے کے ذریعے تمام انسان کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ خدا کی نافرمانی محرومی کا سبب بنتی ہے۔ نیز معمولی سے غفلت اور کوتاہی سے انسان شیطان کے ہاتھوں گمراہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔ اور مختلف مشکلات ومصائب میں گرفتار ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاس

انسان پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر وہ اس کی اپنی ہاتھ کی کمائی ہوئی ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ آدم علیہ السلام کو البتہ اس جنت میں رکھ کر یہ بتانا مقصود تھا کہ اے آدم وحوا! تم اور تمہاری اولاد کا اصل ٹھکانہ جس طرح ابتداء میں جنت تھی انتہا بھی جنت ہے۔ اور دنیا اس میں آنے کے لئے ایک تیاری کی جگہ ہے۔ حدیث نبوی ہے۔

اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تم اس میں رہنے کا اہل بننے کے لئے دنیا میں اس کی خوب تیاری کرو۔

آیت نمبر ۳۶:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔

الفاظ معانی: اَزَلَّ۔ پھسلا دیا۔ اَخْرَجَ۔ نکالا

مِمَّا: یہ اصل میں مِنْ مَا تھا (قاعدے کے تحت نون کو میم سے بدلا اور میم کو میم میں ادغام کر دیا)، اس میں سے۔

كَانَا: وہ دونوں تھے۔ **اِهْبِطُوْا:** صیغہ امر جمع مذکر حاضر۔ **عَدُوٌّ:** دشمن، **مُسْتَقَرٌّ:** ٹھکانہ، **مَتَاعٌ:** مال و دولت

ترجمہ: پھر ان دونوں (حضرت آدم وحوا علیہما السلام) کو شیطان نے پھسلا دیا اور انہیں اس (راحت کے) مقام سے نکالا جہاں وہ دونوں رہ رہے تھے۔ تو ہم نے حکم دیا کہ تم نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لئے زمین میں ہی معینہ مدت تک جائے قرار (رہائش) ہے اور نفع اٹھانا مقدر کیا گیا ہے۔

تفسیر: شیطان نے حضرت آدم وحوا کو کیسے پھسلایا:

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ کے مقرب نبی کو شیطان نے کیسے اللہ کے حکم کی نافرمانی پر مجبور کیا۔ حالانکہ انہیں سختی سے ہدایت بھی دی گئی تھی۔ بعض اہل ذوق مفسرین نے یوں بیان کیا ہے کہ شیطان نے آدم وحوا سلام اللہ علیہما کو اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے کی بار بار کوشش کی مگر ناکام رہے تو اس نے اس ذات کے نام کا سہارا لیا جو آدم وحوا سلام اللہ علیہما کے محبوب تھے۔ قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

وقاسمهما انى لكما لمن الناصحين ۔ شیطان نے اللہ کے

نام کی قسم کھا کر کہا کہ میں تمہیں بھلائی کے لئے کہہ رہا ہوں۔ جب درمیان میں محبوب کا نام آگیا تو آدمؑ سے رہا نہ گیا اس نام کے ذکر نے آدمؑ پر وارفتگی کی کیفیت طاری کردی اور دونوں ممنوعہ پھل کھا گئے۔ یہی وجہ ہے کہ خود قرآن نے آدم علیہ السلام کی صفائی اس انداز میں پیش کی ہے۔ وَعَصىٰ آدَمُ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ آدم سے غلطی ہوگئی حالانکہ ہم نے اس کے اندر ایسا کرنے کا ارادہ نہیں پایا۔

شرعی مسئلہ:

جب کوئی انسان جان بوجھ کر خدا کی نافرمانی کرے تو گناہ ٹھہرتا ہے اور ان جانے میں سہواً خدا کی نافرمانی صادر ہو جائے تو وہ گناہ نہیں ہوتا اور اس پر اللہ کا مواخذہ بھی نہیں ہوتا۔

مثال: اگر کوئی رمضان المبارک میں روزہ سے ہے اور وہ جان بوجھ کر ایک قطرہ پانی یا ایک دانہ گندم بھی کھالے تو روزہ ٹوٹ جائے گا وہ گنہگار ہوگا اسے اس گناہ کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور روزہ کی قضا بھی لازم ہوگی۔ اگر کوئی روزہ کی حالت میں بھول کر جی بھر کر بھی کھالے یا پی لے تو نہ اس کا روزہ ٹوٹے گا اور نہ گنہگار ہوگا۔ اس لئے اکثر مفسرین نے آدمؑ کی غلطی کو لغزش قرار دیا ہے اور گناہ میں شامل نہیں کیا ہے۔

وقت مقررہ تک دنیوی زندگی سے استفادہ کا حکم پر قرآن مجید نے مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ کہہ کر یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ دنیاوی زندگی اور اس میں موجود زیب و زینت مال و متاع سب عارضی ہیں۔ ایک وقت تک تم ان سے فائدہ اٹھاتے رہو۔ جب تمہاری موت آئے گی تو یہ سب چیزیں تجھے چھوڑنا پڑے گا اور آخرت کی طرف ایمان اور عمل صالح کا توشہ لے کر سفر کرنا پڑے گا۔ اس وقت یہ دنیوی مستقر اور متاع تمہارے کچھ کام میں نہ آئیں گے۔

مُسْتَقَرٌّ میں معاشرے کے اندر سیاسی آزادی اور سماجی استحکام کی طرف اشارہ ہے اور مَتَاعٌ میں معاشی و اقتصادی فوائد کا ذکر ہے۔ گویا زمین میں انسانوں کو سیاسی آزادی، سماجی استحکام اور معاشی عدل کے تینوں حقوق بنیادی طور پر نعمتیں کی صورت میں دیے گئے ہیں۔ یہ امر الٰہی ہے زمین میں پہنچ کر دوسروں سے حقوق سلب کرنا چاہیں گے۔ یہی استحکام عمل انسانی زندگی میں تضاد و تصادم اور عداوت و دشمنی کی بنیاد پر ثابت ہوگا۔

(تفسیر منہاج القرآن)

اس تضاد کا حقیقی حل ہدایت ربانی میں مضمر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے اصول و ضوابط اور قوانین یہ تضاد و دشمنی بڑھا تو سکتے ہیں ختم نہیں کرسکتے۔ اس لئے اگلی آیت میں فرمایا۔ **افاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلاخوف علیهم ولاهم یحزنون.** پس میری طرف سے جو ہدایت آئے اس کی پیروی کرنے والوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ پریشان ہونگے۔ لہٰذا ہمیں اپنے مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے رجوع الی القرآن کی ضرورت ہے۔

حضرت شاہ ہمدانؒ نے فرمایا کہ:

ہر ریاضت جو اسلاف کے مشائخؒ نے کی میں نے وہ تمام ریاضتیں کیں، ان ریاضتوں کے اسرار مجھ پر ظاہر ہوئے یا نہیں، امید رکھتا ہوں کہ حضرت بادشاہ عالم، متابعت کی اخلاص کی بنا پر ان ریاضتوں کے اسرار کو ظاہر فرمائے گا۔ کیونکہ ان میں سے بعض حضرت مصطفےٰ کی توجہ کی برکات سے سعادت کبریٰ کی بنا پر حاصل ہوتا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ نے فرمایا ہے کہ:

نَعَمْ وَمَنِ اتَّبَعَکَ:

مبارک ہے وہ، جس نے تیری پیروی کی۔

الفقہ

مجموعۂ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

گذشتہ سے پیوستہ

واحسن الوجوه ان اختلت صلوته الواجبة بخلل مّا ان يعيدها صحيحة ويحاسب صلوته المختلة بالنوافل الراتبة وغيرها لانّ اكثر المصلين يتشبثون بالنّوافل فلا كلفة عليهم باعادة صلوة اكثرها اربع ركعاتٍ وفى بدآء الاسلام ليس كذٰلك فالرّسول صلى الله عليه وآله وسلم كان يواسيهم لئلّا ينفضّوا من حوله فامّا في زماننا هذا لقوة اسلامهم يتعجبون من ترقيع مدرعة الصلوٰة بالرقعاتِ السّهويّة وكثرة الاستيناف اسهل مِن هذه الحيل.

ترجمہ: کسی بھی خلل کے پڑنے پر اگر کسی نماز گزار کی واجب نماز مجروح ہو جائے تو اس خلل زدہ نماز کو صحیح طور پر دوبارہ بجالانا اور پڑھی گئی مجروح نماز کو نوافل راتبہ میں شمار کرنا سب سے زیادہ عمدہ طریقہ ہے۔ کیونکہ بہت سے نماز گزار حضرات ثابت قدمی کے ساتھ نوافل کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے لئے زیادہ سے زیادہ چار رکعتوں والی نماز کے دوبارہ پڑھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اسلام کے زمانہ آغاز میں معاملہ ایسا نہیں تھا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ نہایت ہمدردی سے پیش آتے تھے تاکہ وہ لوگ الگ اور تتر بتر نہ ہو جائیں۔ ہمارے موجودہ دور میں مسلمانوں کی اسلامی قوت کو دیکھ کر وہ لوگ سہو کے ٹکڑوں کے ذریعے عبائے نماز کی پیوند کاری پر تعجب کریں گے۔ نمازوں کا زیادہ تر نئے سرے سے بجالانا ان حیلہ سازیوں سے زیادہ آسان ہے۔

وضاحت:

مذکورہ عبارتوں میں اُمور ذیل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ سب سے اچھا طریقہ اپنانا
۲۔ نفل گزاری کا شغف رکھنے والے
۳۔ حیلہ بغرض سہولت
۴۔ پیغمبر رحمت ﷺ کا ہمدردانہ انداز
۵۔ پختگی ایمان کا تقاضا
۶۔ آسان ترین انداز

تفصیل وضاحت:

۱۔ سب سے اچھا طریقہ:

اس کی نشاندہی یوں کی گئی ہے کہ نماز گزار اپنی خلل زدہ نماز کو از سر نو درست انداز میں بجالائے اور جو خلل زدہ نماز پڑھی گئی ہے۔ اس کو روز مرہ پڑھی جانے والی نفل نماز کی حیثیت دے۔

۲۔ نفل گزاری کا شغف رکھنے والے:

اس کا مطلب یوں ہے کہ اگر بادی النظر میں خلل زدہ نماز کا اعادہ باعث مشقت سمجھا جائے تو یہ سوچ نہایت کمزور ہے کیونکہ نوافل کی بجا آوری کثرت سے اپنانے والے حضرات کے لئے کسی ایسی نماز کا

از سر نو بجالانا کوئی دشواری کا باعث نہیں جو زیادہ سے زیادہ چار رکعتوں والی ہوتی ہے۔ وہ تو روزانہ سینکڑوں رکعتوں کی بجاآوری بڑے شوق سے کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ حیلہ بغرض سہولت:

اس کا مطلب یہ ہے کہ خلل زدہ نماز کی صحیح بجاآوری سے سبک دوش ہونے کے لئے سہو کے سجدے ایک قسم کی معنوی حیلہ سازی ہیں۔ اس کا مقصد معنوی ضعف والے نماز گزاروں کے لئے سہولت کی فراہمی ہے تاکہ انہیں کوئی اُکتاہٹ نہ ہو۔

۴۔ پیغمبر رحمت کا ہمدردانہ انداز:

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے نئے نئے مسلمانوں کے حق میں نہایت ہمدردانہ انداز اختیار فرماتے تھے۔ آغاز اسلام میں نومسلم حضرات کے لئے چونکہ نماز کی بجاآوری بظاہر ایک اجنبی عمل کی شکل لگتی تھی۔ چنانچہ نماز میں کسی بھی خلل پڑنے کی صورت میں نماز کی دوبارہ بجاآوری والی صورت ان کو گراں گزرنے والی تھی۔ خلل واقع ہونے پر نماز کی چادر میں ایک قسم کا رخنہ پڑ جاتا تھا۔ اُس رخنے کو بند کرنے کی صورت سہو کے دو سجدوں کی شکل میں پیدا کی گئی تاکہ وہ لوگ نماز سے متنفر نہ ہوں اور اُن میں رفتہ رفتہ ایمان کی پختگی سرایت کر جائے۔

۵۔ پختگی ایمان کا تقاضا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اب چونکہ اسلام کا ابتدائی دور نہ رہا بلکہ ظہور اسلام کو کئی صدیاں بیت گئی ہیں۔ آغاز اسلام کی نسبت مسلمانوں میں قدرے معنوی قوت پیدا ہوگئی ہے۔ یعنی وہ ایمان کی پختگی کے حامل ہوگئے ہیں اور وہ راسخ العقیدہ مومن و مسلمان کہلائے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا اب مسلمانوں کے لئے نماز کے جملہ احکام بہتر سے بہتر طریقہ کے مطابق بجالانے میں کسی قسم کی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ان کی پختگی ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی خلل زدہ نمازوں کو از سر نو درست انداز میں بجالانے پر مداومت اختیار کریں۔ پختگی ایمان کے باوجود سہو کے ٹکڑوں کے ذریعے چادر نماز کی پیوند کاری تعجب خیزی سمجھی گئی ہے۔ پس اسلامی دُنیا کے ہر ہر فرد بشر کو ایک پختہ کار نماز گزار کا روپ دھارتے ہوئے عملی زندگی گزارنے کا عادی ہونا ضروری ہے۔

۶۔ آسان ترین انداز:

اس کا مطلب یہ ہے کہ پختہ کار نماز گزار کے لئے خلل زدہ نماز سے صحیح معنوں میں سبک دوش ہونے کے لئے سہو کے دونوں سجدوں کا سہارا لینے کے بجائے نئے سرے سے نماز کی بجاآوری کرنے پر کاربند رہنا سب سے زیادہ آسان صورت ہے۔

طریقت کا مرشد

امام العالم غوث الاعظم کی نظر میں

مقربین الٰہی یعنی وہ مرشد طریقت جن کی اصناف یہ ہیں کہ علوم شریعت کے آداب سے مزین ہوتے ہیں، نفس امارہ کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے لگام سے سجائے ہوئے ہوتے ہیں، تکبر اور ریا کی چشم کو بند کئے ہوئے ہوتے ہیں، ان کا ظاہر شریعت کی شاہراہ سے مؤدب ہوتا ہے اور ان کا باطن طریقت کی بھٹی سے تپ کر تہذیب سیکھا ہوا ہوتا ہے اور ان کے رموز عالم حقیقت میں توحید کے رازوں کی خوشبو سے معطر اور خوش کئے ہوئے ہیں۔

(ماخوذ: نفس شناسی)

جس کے دل کی آنکھ کو مرشد کا سرمہ مل جائے اس کی حق پذیر روح کی آنکھ روشن ہو جاتی ہے۔ (خلاصۃ المناقب)

سیر و سلوک

آئینِ جوانمردی

مجاہد حسین کاوش

: عرصۂ دراز سے دل میں ایک اصول خواہش جنم لے رہی تھی کہ مسلکِ صوفیہ کے نوجوان نسل کی رہنمائی کے لئے کوئی ایسی تحریر صفحۂ قرطاس کے نذر کروں جس سے انہیں اپنے مسلک کے روشن پہلوؤں اور اس کے تقاضوں کے بارے میں آگاہی حاصل ہو اور انہیں اپنی زندگی صوفیانہ اصولوں کی روشنی میں استوار کرنے کا موقع فراہم ہو۔ یوں نوجوان نسل کی قول و کردار ان کے اپنے مسلک کی تصویر اور ترجمانی پیش کر رہا ہو۔

: وجہ تحریر صرف یہی تھی کہ نئی نسل کو یہ گلہ رہے کہ نقوشِ صوفیاء میں آئینِ جوانمردی کے آثار نہیں ملتے۔ شاید اس بات کو حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محسوس کیا تھا اور آپ نے بھی سلفِ صالحین کی درخشاں زندگیوں میں آئینِ جوانمردی کے آثار موجود پایا تھا۔ آپ نے آئینِ جوانمردی پر انتہائی عمیق فکر کی جولانی اختیار کرنے کے بعد اپنے وقت کے جوانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا۔

آئینِ جوانمردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (بالِ جبریل ص ۶۹)

یہ آپ کی تخیلی مہارت کا ایک بڑا مظہر ہے کہ اپنی جستجو اور شوق کے ذریعے بلیغ سے بلیغ مدعا کو بھی چند الفاظ یعنی شعر کی صورت میں سمو دیتے تھے جس کے لئے اردو ادب میں مثل مشہور ہے "دریا کوزے میں بند کرنا"۔ آپ کے اشعار پہ یہ مثل بجا طور پر صادق آتی ہے۔ آپ کا مذکور شعر بھی اردو ادب میں تخلیص کلام کی مہارتِ تامہ کا نادر نمونہ ہے۔

زیرِ نظر مقالہ درج ذیل عناوین پر مشتمل ہوگا۔

- ☆: جوانمردی کی تعریف
- ☆: جوانمردی کی تاریخ
- ☆: جوانمردی کی غایتِ حقیقی
- ☆: جوانمردی سرخیلِ فتیان کی میراث ہے
- ☆: اولوالعزم پیغمبروں کی جوانمردی
- ☆: فلاحی اداروں اور تحریکِ فتوت میں موازنہ
- ☆: جوانمردوں کی مخلوق پروری
- ☆: معاشرتی ابتری کا حل انقلابِ محمدی
- ☆: جوانمردی اور اتباعِ سنت کی لزومیت
- ☆: جوانمردی کے اوصاف
- ☆: آئینِ جوانمردی اور عصرِ حاضر کے نوجوان

جوانمردی کی تعریف:

تصوف اسلامی کے نقطۂ نظر سے جوانمردی سے مراد باعثِ خلقت کی ظاہری تعمیل کے لئے عبادات و ریاضات اور معنوی (روحانی) تکمیل کے لئے رشد و ہدایت اور حقوقِ انسانی کی فراہمی میں زندگی گزارنا۔ نیز اپنے اس مشن کے لئے دیگر انسانوں کو بھی ترغیب دلانا ہے۔

فی زمانہ اوصافِ جوانمردی کے جامعیت کا فقدان ہر سو عیاں ہے۔ گر کہیں ظاہری تعمیل کے لئے عبادات و ریاضات کا اہتمام تو موجود پاتا ہے لیکن وہاں تکمیلِ ذات (روحانیت) کی بندوبست دیکھنے کو

نہیں ملتی۔ اور کہیں انسانی فلاح کے لئے حقوق انسانی کی تحریک چل رہی ہو تو وہاں اسلامی اصولوں کی پاسداری نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ آجکل اسلامی ضابطوں سے ہٹ کر آواز اٹھانا ہیومن رائٹس تنظیمیں اپنی نصب العین اور بقا کی علامت سمجھ رہی ہیں۔ ان تمام تضادات سے قطع نظر دُنیا کے کسی بھی گوشے میں حقوق اللہ اور حقوق الناس کے سلسلے میں کئے جانے والے ہر سوچ اور ہر کوشش قابلِ تحسین اور نیک اقدام ہے۔

بزرگانِ دین نے جوان مردی کو "فتوت" کی تخصیصی نام سے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ نے فتوت کی عارفانہ اور جامع تعریف اِن الفاظ میں کی ہے۔

"ایک جماعت ایسی ہے جس کو عنایت کی کمند کے ذریعے دُنیوی شور و غل کی خباثت سے اٹھالی ہے اور ان کے دل کی آنکھوں کو ہدایت کے سرمے سے روشن کیا گیا ہے۔ اور ان کے دل کے آئینے میں بعض حقائق کے نقوش منعکس کئے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی جان و مال حقوق عبودیت میں صرف کئے۔ یہ لوگ تمام بندگانِ خدا پر مشفق و رحمدل ہوگئے اور سفرِ حقیقی کے ساتھیوں کے حقوق کی ادائیگی اپنے اوپر لازم کرلی ہے۔ اور اپنے وجود کو احسانات و خیرات کی گزرگاہ بنا دیا ہے اور اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ مومنین باہم بھائی بھائی ہیں، کے اسرار کی حقیقت جو اہلِ غفلت کے درمیان مردہ ہو چکی تھی، انہوں نے زندہ کیا ہے۔ اربابِ دل اور اہلِ بصیرت نے اس گروہ کو "اہلِ فتوت" سے موسوم کیا ہے۔"

فتوت کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ تصوف کی مانند بندے کو رب کا قرب دلانے والی نہایت پاکیزہ اصول و قواعد اور آداب و شرائط پر مشتمل ایک نجات کی راہ ہے۔ دونوں کا مقصود و منبع ایک ہی ہیں۔ بندگی میں کمالیت اور سلسلۂ نسبت معدنِ مروت سرخیلِ فتیان شاہِ ولایت منبعِ امامت علی علیہ السلام، پھر آپ سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہوں، حضرت شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ،

"جوانمردی کا حصول صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ خود کو آنحضرت ﷺ کے پرچم سے وابستہ کیا جائے۔ جس شخص سے آپ کی نسبت درست نہ ہو وہ بے سر جسم کی مانند ہے۔"

❁ : فتوت اور جوانمردی کی تاریخ:

فتوت اور جوانمردی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی بنی نوعِ انسان کی تاریخ۔ کلامِ الٰہی، تذکروں اور قصص میں کہیں لفظ فتیٰ ہی کا ذکر آیا ہے اور کہیں اس کا مفہوم لایا گیا ہے۔ بعثتِ رسالتِ محمدی ﷺ سے قبل کے زمانوں میں جوانمردی کی تدبیق چند سرفروشانہ کاموں تک محدود تھی۔ دلبرانہ، شجاعانہ اور فیاضانہ کارناموں پر فتیٰ کا خطاب دیا جاتا تھا۔

قرآنِ حکیم میں بھی لفظ فتیٰ کا تذکرہ آیا ہے۔ اللہ کو جب اپنے کسی بندے کی کوئی خاص وصف پسند آتا تو اُسے "جوانمرد" کے لقب سے نوازتا۔

"اصحابِ کہف" یہ لوگ دقیانوس نامی بادشاہ کے خدام خاص تھے اور توحید کے پرستار تھے۔ دقیانوس بادشاہ کی دعوئی خدائی اور گمراہ کُن معاشرے سے متنفر ہو کر یہ لوگ ترک ماسوا اللہ کر کے گوشہ نشینی کے لئے ایک غار میں گئے تاکہ نعمتِ توحید اور توفیقِ عبادت سے فیضیاب رہیں۔ اللہ کو ان کی یہ جستجوئے حق پسند آیا تو انہیں فِتْيَةٌ کے نام سے ذکر کیا۔ سورۂ کہف کی دسویں آیت میں بیان ہوا ہے۔

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ

شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ فرماتے ہیں چونکہ اصحاب کہف بلاواسطہ خدا پر

ایمان لائے اس لئے وہ جوانمرد کہلانے کے مستحق ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص ۴۳۵)

جوانمردی کی غایت حقیقی:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اصحاب کرامؓ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ کچھ مسلمان نوجوان زور آزمائی اور وزن برداری کے مقابلے میں سرگرم ہیں۔ ایک وزنی پتھر اس جگہ پڑا ہوا تھا اور کبھی نوجوان اس بھاری پتھر کو اٹھانے میں اپنی قوت اور مردانگی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ہر شخص اپنی قوت کے اعتبار سے اس پتھر کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ رسالتمآب ﷺ نے اُن نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟

ہم لوگ زور آزمائی کر رہے ہیں۔ دراصل دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں سب سے زیادہ جوانمرد کون ہے؟

اگر تم لوگ پسند کرو تو میں بتادوں کہ تم میں سب سے زیادہ جوانمرد اور طاقتور کون ہے۔ ہاں کے جواب میں رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ جوانمرد اور طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس (خواہشات) کو شکست دے۔ (سچی کہانیاں ص ۱۰۹)

حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پہلوان اور طاقتور وہ نہیں جو مدمقابل کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان اور شہ زور در حقیقت وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو رکھے۔''

(اسلام کا منظر، ص ۲۶۴)

کتاب مقدس میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ۔ بے شک نفس وہ ہے جو برائی کی طرف بلاتا ہے۔

گناہیں ترک کر کے اسی نفس کو مغلوب کرتا ہے۔ یہی روح کی بیداری اور جوانمردی ہے۔ اسی ضمن میں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے۔

''رضائے الٰہی کی خاطر نفس سے دشمنی کرنا جواں مردی ہے۔''

(کتاب الفتوۃ ص ۴۴)

ایک اور بزرگ کے ارشاد گرامی سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔

''حرام خوری اور ارتکاب گناہ جوانمردی نہیں بلکہ رحمٰن کی عبادت، شیطان کی مخالفت اور قرآنِ کریم پر عمل کرنے کا نام جوانمردی ہے۔''

جوانمردی سرخیلِ فتیان کی میراث ہے:

اہل فتوت جس مکان میں اقامت پذیر ہوتے اُسے ''زاویہ'' کا تخصیصی نام دے رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے طرز تعمیر خانقاہوں کی مانند ہوا کرتی تھیں۔ تصوف سے اشتراک عمل رکھنے کی بنا پر یہ لوگ بھی صوم وصلوٰۃ، تفکر وتذکر اور دیگر عبادات وریاضات میں بڑی دلجمعی سے مستغرق رہتے ہوئے باہمی تعاون اور جذبۂ خدمت کی تربیت بھی حاصل کرتے تھے۔ ہر کوئی اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں دن رات کے معمولات میں نظم وضبط کا خاص خیال رکھتے تھے۔

جوانمردوں کو روحانیات کے ساتھ ساتھ حربی فنون کی تربیت بھی لازمی تھی۔ اس مقصد کی خاطر ہر زاویہ سے متصل ایک اکھاڑا بنایا ہوتا جہاں فتیان کشتی، نیزہ بازی، شمشیر زنی اور دیگر فنون حرب کی باقاعدہ تربیت حاصل کرتے تھے۔ جنگی فنون میں مہارت حاصل کرنے کی لزومیت سرخیل فتیان شاہ ولایت علی علیہ السلام سے وراثت میں ملی ہے۔

علیؑ تو ایسے جوانمرد ٹھہرے کہ! جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کو مار گرایا تو یہ انعامِ مصطفیٰ ملا۔

ضَرْبَۃُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ۔

اور جب جنگ خیبر میں ذوالفقار حیدری مرحب کو دو آدھا کرتی ہوئی

زمین پر پہنچی، ضربِ ہاشمیہ اتنی شدت میں تھی کہ بحکمِ خدا میکائیل واسرافیل کو بازوئے علیؑ تھامنا پڑا اور روح الامین کو ذوالفقار کے وار اپنے بازو پر روک لینا پڑا۔ اس بے مثال شجاعانہ کارنامہ پر ربِّ کائنات کی بارگاہ سے **لافتیٰ اِلاّ علی ؑ لا سیف الاّ ذوالفقار** کا تمغۂ جرأت سے نوازا گیا۔ ایک روایت کی رُو سے جنگِ اُحد میں بھی ہاتفِ غیبی کی یہی آواز سنائی دے رہی تھی۔ (روضۃ الشہداء)

حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسی وصفِ مردانگی کو اسلام کا سرمایۂ عظیم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں،

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضربِ ید اللّٰہی، اک سجدۂ شبیری

جوانمردی کے اوصاف میں سے زیادہ اہمیت اسی وصف کو حاصل ہے کیونکہ فتوت کا لفظ ''فتیٰ'' سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی شجاع، سخی اور جنگجو کے ہیں۔

ایک واقعہ ملاحظہ ہو کہ جوانمردی کا آسمانی خطاب لینے والا یہی مولا ایک موقع پر فتوت کے دونوں وصف یعنی شجاعت اور سخاوت دونوں ایک ساتھ نبھا رہے ہوتے ہیں۔ مولائے کائنات ایک کافر سے جنگ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، کفار زیادہ تھے۔ کافر نے تلوار مانگی۔ آپؑ نے دے دی۔ اُس نے کہا، اب آپ مجھ سے کیسے بچ سکیں گے۔ آپؑ نے جواب دیا تو نے سائل بن کر مجھ سے تلوار مانگی۔ میری طبیعت نے گوارہ نہ کیا کہ سائل کو رد کروں گرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

تاریخ اسلام میں یہ واقعہ جوانمردی کی ایک ایسی مثال ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

﴿باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں﴾

ذی الحجۃ کے مبارک ایام

''ذی الحجہ'' اسلامی سال کے بارہویں مہینے کا نام ہے۔ اس ماہ مبارک میں عبادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی انعامات سے نوازتے ہیں۔ اس کے پہلے دس دنوں کی اتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دس دنوں کو قرآن مجید میں ''ایام معلومات'' کہا ہے۔ سورۃ الحج آیت نمبر 28 میں ارشاد باری ہے۔

''اور اللہ کا نام لیں، جانے ہوئے دنوں میں۔''

حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''اور دس راتوں کی قسم۔'' اس سے ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں مراد ہے۔''

ام المومنین حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں۔ ''چار چیزوں کو نبی کریم ﷺ نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشورہ کا روزہ اور ذی الحجہ کے دس دن یعنی پہلے نو دن کے روزے اور ہر ماہ کے تین دن کے روزے اور نماز فجر سے قبل دو رکعتیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص عشرۂ ذی الحجہ کے ایام میں سورۂ فجر پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے بچالیتا ہے۔''

روایت ہے کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں صحابہ کرام نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی فقیر ہو اور قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو کیا کرے؟''

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''وہ نماز عید کے بعد گھر میں دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کوثر تین بار پڑھے تو اللہ جل شانہٗ اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب عطا فرمائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ذی الحجہ کے مہینے میں آخری روز دو رکعت نماز اس طرح ادا کرتا ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن شریف جو یاد ہو، اس میں سے تھوڑا سا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے۔''

تحقیق وتلاش

رسالہ تلویحات

مولانا شکور علی انور، گلگت

رسالہ تلویحات امام محمد نوربخش قدس اللہ سرہٗ کے قلمی باقیات الصالحات کا ایک پارینہ ہے جس کا اُردو ترجمہ افادۂ عام کی خاطر شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ ترجمہ قاری شکور علی انور خطیب جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ، گلگت کے رشحاتِ قلم کا حصہ ہے جسے شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔

گذشتہ سے پیوستہ

جب محقق اہل علم کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ علومِ دینیہ مثلاً تسخیر و کیمیا وغیرہ کوئی اچھا علم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ تو انبیاء کو بھی حاصل تھا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام علومِ غریبہ، عجیبہ مثلاً تسخیر جن، ہوا پر کنٹرول کرنا وغیرہ سے بہرہ مند تھے۔ یہ کوئی بات تو نہیں؟ یہ ٹھیک ہے انبیاء کو جو علم حاصل تھا وہ سب اللہ تعالیٰ کے موہوبی علوم تھے نہ کہ ظاہری لکھت پڑھت سے یہاں تک کہ انبیاء سے معجزے کا ظہور ہوتا ہے۔ عام لوگوں سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے نہ کرامت ظاہر ہوتی ہے اور نہ ہی علم کامل کے ذریعے (کسی چیز کا کھوج لگ سکتا ہے) جو کہ حضرت دانیال علیہ السلام کا انکشاف کردہ ہے یا انہی کا معجزہ تھا۔ اگر کسی کو یہ علم سیکھنے سے حاصل ہوا ہو تو یہ اس بندے کا معجزہ ہے نہ کرامت۔ بس باقی علومِ غریبہ کو اسی بنیاد پر اعتبار کر لیں۔

اے عزیز! خوارقِ عادت (معجزہ و کرامت) تین قسموں پر منحصر ہیں۔

پہلی قسم:

محض معنویات سے متعلق ہے جسے ہم نے ذکر کر دیا۔ یہ انبیاء اور اولیاء کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ اطوارِ سبعیہ قلبیہ مکاشفات و تجلیات اور توحید ذات و صفات کے حقائق (کا علم)۔

دوسری قسم:

نبی، ولی، منجم، رمال، جوگی اور تمام مذکورہ بالا لوگوں میں مشترک ہے۔ ان کے ضمیر کو ان چیزوں کی اطلاعات پر اختیار حاصل ہے۔ اس کا مطلب و معانی مشہور و معروف ہیں، جو کہ دلائل و براہین کا محتاج نہیں، بخلاف کشف قبور اور کشف ارواح کے۔ نبی و ولی کے سوا اہل قبور کے احوال اور عالمِ ارواح کی خبریں حاصل نہیں ہو سکتیں۔

تیسری قسم:

وہ بکواسات جو کسی معنی کے ساتھ برابر نہیں آتے۔ اولیاء اور انبیاء ان چیزوں سے معرا ہیں۔ (یعنی وہ چیزیں) سحر، سیمیا اور تسخیر وغیرہ ہیں۔ اگر ان علوم کا کہیں اتفاق سے کوئی شناور ہے تو وہ اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ ان سے ایسے علوم و ہنر کا اظہار ہو جائے تو بھی وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ کوئی کرامت ہے جو مخلوق کی ہدایت کا باعث بن جائے اور نہ کوئی گمراہی کا سبب ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی ایسا ہنر جانتا ہے اور اسی کو کرامت کے لباس میں پیش کرتا ہے تو وہ التباس (گڑبڑ) کرنے والا ہے اور التباس کرنے والا ابلیس کا سپاہی ہوتا ہے۔ خبردار رہے! کہ بعض ہندو بھی (ہوا میں) پرواز کرنے لگتے ہیں اور یہ پرواز کرنے کا عمل اہل اللہ کے علاوہ بھی کسی سے صدور ممکن ہے۔ لہٰذا ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ آج کے دور میں بھی ایسے بے شمار

جوگی (شعبدہ باز) ہندوستان میں پائے جاتے ہیں جو اڑتے بھی ہیں۔ یہ کام دین سے خارج اور کفر میں داخل کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر اڑنے والا عمل کوئی (واقعی) قابل تعریف ہوتا تو پھر یہ مراتب اولیاء وانبیاء میں شامل ہوتا (جبکہ ایسا نہیں ہے) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کا اشرف واکمل ہوتے ہوئے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کے موقع پر آنکھ جھپکنے سے پہلے اڑکر چلے جاتے۔ کیونکہ شر وفساد سے فرار اختیار کرنا ضروری اور واجبی امر ہوتا ہے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ ایسا کوئی طریقہ اختیار نہیں فرمایا جس پر تمام علماء اور رجالِ حدیث کا اتفاق ہے۔ آنحضور ﷺ رات کو گھر سے چل پڑے اور دن کو غارِ ثور میں جا چھپے تھے۔ اس کے باوجود اڑنے کا عمل کوئی فضیلت رکھتا تو ایک شعبدہ باز جوگی کی نبی مرسل پر فضیلت یافتہ ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ عقل وشرع دونوں کے خلاف بات ہے۔

بایں ہمہ یہ مقدمات متحقق ہوئے اور یہ باتیں قرار واقعی ثابت ہوگئیں۔ کیونکہ بہت سی چیزیں عوام میں مقبول نظر آتی ہیں۔ درحقیقت وہ محض سطحی باتیں ہیں۔ باقی تعجب خیز علوم اسی پر اعتبار کیا جائے (جیسے سائنس کی کوئی ایجاد، ہپناٹزم، مسمریزم اور یوگا وغیرہ) یہی وجہ ہے کہ اکثر عوام اور علماءِ ظواہر کے فاسد خیالات اور اعتقادات سے اہل اللہ اور اربابِ معانی، اربابِ نفوس کی نظروں میں مستتر اور متوازی ہوگئے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض عوام الناس اس حد تک عقیدت رکھتے ہیں کہ شمشیر اور تیر جیسے آلاتِ حرب اُن پر کبھی اثر نہیں کرتے لیکن ایسے معذور جاہل اور مردہ دل غافل لوگ ایسے معانی سے نابلد ہیں کہ یہ عقیدت شریعت، طریقت اور حقیقت والوں کے ہاں بہت سی دلائل کی روشنی میں بالکل کفر ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر تھے تمام مؤرخین اور علماء کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ کافروں نے آپ علیہ السلام کو آرے سے دولخت کر دیئے تھے۔ پس ایسے فاسد خیالات اور اعتقاد کی وجہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر نہ تھے جبکہ اس سے کفر لازم آتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن میں خالق کائنات کے کلام میں نص صریح موجود ہے کہ بہت سے کافروں اور فاجروں نے بہت سے انبیاء کو شہید کر دیئے ہیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے کہ

یقتلون النبیین بغیر الحق (وہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں)

قرآن مجید میں جو کچھ اظہار ہوا ہے اس کا اشارہ اسی معنی کی طرف ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ تمام اکابرینِ طریقت، کمل اولیاء، اقطاب، افراد اور ابرار وغیرہ کا اجماع اس بات پر ہے کہ سلطانِ اولیاء حضرت علی المرتضیٰ شہادت کی سعادت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور امام الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام شمر کی تلوار سے ہی فردوس بریں اور وصالِ حق کو جا پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات کو بلند فرمائے۔

اے عزیز! ہر صاحبِ کمال جو کہ جنس بشر سے ہے چاہے نبی ہو یا ولی وہ بشری اوصاف سے خالی نہیں ہوتے۔ چنانچہ شہنشاہِ کریم وقدیم نے حضرت خیر البشر کے حق میں بر سبیل تعلیم ارشاد فرماتا ہے کہ

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الھکم الہ واحد (فرما دیجئے اے رسول سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں مگر یہ کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود تو ایک ہی ہے)۔ انما میں کلمہ حصر ہے کہ میں محض ہوں کہ میں بشر ہی ہوں، میں غیر بشر نہیں ہوں۔ اس آیت کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہل کفار حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

بشری توقعات نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کے ہاں بشریت منافی نبوت قرار پائی ہے۔ پھر دوسری کسی آیت میں مذکور ہے کہ بطور انکار استبعاد، طعنہ اور عداوت سے غفلت شعار کافروں نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہا تھا کہ

یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق (وہ کھانا کھاتے (پیتے) ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں) اور یہ نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ انسانی پوست میں ہویت کا سورج چھپا ہوا ہے۔

در بشر روپوش کردہ است آفتاب

یعنی انسان میں کوئی سورج منہ چھپائے بیٹھا ہے۔ بس اسی نکتہ کو سمجھ لیا کرو: واللہ اعلم بالصواب

یہ بات معلوم ہو چکی کہ جاہل کافروں اور غافل فاجروں نے نبوت اور بشریت کا اجتماع (یکجا ہونا) بعید خیال کیا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کے لئے عبرت اور تجربہ کے لئے جاہلوں کے عقیدے اور اس کی قباحت کو قرآن مجید میں تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ جسے اہل سعادت خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ تمام انبیاء اور اکمل اولیاء دوسرے لوگوں کی مانند بشری اوصاف سے متصف ہیں۔ یہ ان اہل اللہ کے مرتبوں میں کوئی نقص کا موجب تو نہیں بلکہ میدان ولایت اور نبوت کے شہسواروں کی ان فرشتوں پر فضیلت کا سبب بنتا ہے جو بشری صفات سے پاک اور منزہ ہیں۔ اور وہ اوصاف بشری رکھتے ہوئے انبیاء اور اکمل اولیاء ہیں۔ اس مطلب پر عالمان شریعت اور محققین تصوف کا اتفاق ہے کہ معنوی کمال والے، بالائی عالموں کی کشف اور تجلیات کے ذریعے سیر کرنے والے بشری اوصاف میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کا (درجوں میں) اعلیٰ ہونا (روحانیات میں) اقویٰ ہونا محض ایک لطیف سی بات ہے۔ اگر کبھی روحانی کیفیت میں کسی کامل انسان پر سکر کا غلبہ ہو جائے تو وہ دائمی طور پر ان حالات میں مستغرق رہ سکتا ہے۔ اس وقت اسے کثیف جسمانی عالم کا کوئی شعور نہ ہوگا۔ کامل انسانوں کے نزدیک جو مشرب پر چلنے والے ہیں۔ وہ اس ولی کے مقام اور مشرب والے ہیں۔ جو صاحب صحو ہیں یہ اپنی عورتوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور عام انسانوں سے میل جول کا شغل بھی رکھتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کا تو یہ حال تھا کہ آپ فرماتے ہیں

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (مجھے اللہ کے ساتھ ایسا وقت میسر ہے اس حالت کو کوئی مقرب فرشتہ پا سکتا ہے نہ خدا کا بھیجا ہوا کوئی نبی)، واضح دلیل ہے اور یہ بات جاننا ضروری ہے کہ مشرب صحو دائی سکر سے (فضیلت کے لحاظ سے) اعلیٰ ہے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت فرمایا **وَقْتٌ مِنَ الْاَوْقَاتِ** نہیں فرمایا۔ تمام انبیاء اور اولیاء کے تمام حالات کے وقتوں کو اس معیار پر ہونے کا یقین کر لینا چاہئے، جیسا کہ وہ لاہوت کی طرف متوجہ ہیں تو وہ (انبیاء اور اکمل اولیاء) ناسوت کی طرف بھی متوجہ ہیں۔ ادھر وہ شراب وحدت سے مست ہوتے ہیں۔ ادھر سراب کثرت کی وجہ سے پیاسے بھی ہوتے ہیں۔

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت برطارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم
اگر درویش برحالے بماندے
سر دست از دو عالم برفشاندے

(باقی صفحہ نمبر۔۔۔۔۔۔۔۔ پر ملاحظہ فرمائیں)

وحدت اسلامی

اعتصام حبل اللہ

مولانا علی محمد محمدی

یہ حقیقت ایک مسلمہ امر ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور انسان کے انفرادی واجتماعی اور بین الاقوامی زندگی کے تمام درپیش مسائل کا حل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ میں موجود ہے۔ لیکن بایں ہم آج اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کے ماننے والوں کو اندرونی و بیرونی مسائل اور چیلنجز درپیش ہیں۔ خارجی و بیرونی سطح پر جہاں طاغوتی وشیطانی طاقتیں ہر آنے والے دن سازشیں کرتی ہیں تو وہاں داخلی اور بیرونی سطح پر ایک ہی نبیؐ کا کلمہ پڑھنے والے، ایک کتاب کے ماننے والے، ایک ہی خدا کے آگے سربسجود ہونے والے، ایک ہی سمت ہو کر عبادت بجالانے والے، آپس میں دست وگریبان ہیں۔ نفرتوں وکدورتوں کی آگ سلگ رہی ہے۔ ایک دوسرے کی زبان اور ہاتھ سے ایک دوسرا محفوظ ومامون نہیں۔ حتیٰ کہ مساجد جہاں اللہ کی یاد کی جاتی ہے، جہاں اُس ذات پاک کی رضا وخوشنودی کے لئے عبادت کی جاتی ہے، پر بھی حفاظتی دستے بٹھائے جارہے ہیں۔ اس کے بہت سے عوامل واسباب ہوسکتے ہیں۔ لیکن اہم اور بنیادی سبب اور وجہ یہ ہے کہ مسلم امہ نے قرآن کے پیغام اعتصام کو بھلادیا ہے یا دھیان نہیں دے رہے۔ اور قیام وحدت کے جملہ تقاضے فراموش کرتے جارہے ہیں۔

قرآن کا پیغام اعتصام:

قرآن کا پیغام اعتصام پر ہے کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور جدا جدا مت ہوجا۔

اذا كنتم اعداً فالف بين قلوبكم :

جب تم باہم دشمن تھے ہم نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی۔

فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النّار مانقذكم منها:

اور تم اس نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ گئے تھے کہ ہم نے تمہیں گرنے سے بچالیا۔

متذکرہ آیت مبارکہ میں اہل اسلام کو اللہ پاک نے حبل اللہ (اللہ کی رسی) کو اعتصام (مضبوطی) سے تھامنے کا حکم دیا ہے اور فرقہ واریت وگروہ بندی سے واضح طور پر منع کیا گیا ہے۔

نکتہ: یہاں پر **اعتصام بحبل الله** کے فوراً **ولا تفرقوا** کا حکم دیا گیا ہے کہ اتحاد واتفاق اور وحدت واجتماعیت حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے میں ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اتحاد انتشار میں، وحدت فرقت میں اور اجتماعیت فرقہ واریت میں بدل جاتی ہے۔

حبل کا لغوی معنی رسی ہے۔ مراد ی مطلب یہ ہے کہ **السبب الذی یوصل به الیٰ ربطیة**۔ وہ سبب جس کے ذریعے منزل کی طرف پہنچا جائے۔ گویا وہ اسباب جن کے ذریعے منزل اور غرض وغایت تک رسائی ممکن ہو حبل کہلاتا ہے۔

اب تخلیق انسانیت کا مقصد قرب الٰہی ورضائے الٰہی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل صوفیہ وضو، نماز، روزہ، حج، زکوۃ الغرض جملہ احکامات الٰہی کی

بجا آوری قرب الٰہی کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ ہوا کہ وہ اسباب جن کے ذریعے قرب الٰہی کی منزل کو پہنچ سکے حبل کے اصل مفہوم میں آجاتے ہیں۔

حبل اللہ کا مفہوم اول:

مندرجہ بالا حبل کی توضیح کی روشنی میں حبل اللہ کا پہلا مفہوم قرآن مجید ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے **حبل اللہ القرآن**۔ اللہ کی رسی قرآن ہے۔ قرآن پاک کی دی ہوئی تعلیمات پر اگر عمل پیرا ہو تو اللہ کی قربت اور اس کی رضا کا حصول یقینی ہے۔

قرآن مجید اللہ پاک کی آخری کتاب ہے جو اس ذات پاک نے اپنے آخری نبی و رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کم و بیش ۲۳ سال کی عرصہ میں وقت اور حالات کے مطابق اپنی حکمت و مصالحت سے نازل کیا ہے۔ اس کے نزول سے قبل انسانیت ضلالت و گمراہی میں مبتلا تھی۔ لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ انہیں اخوت و بھائی چارگی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بغض و عناد اور حسد و کینہ سے ان کے دل بھرے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔

قرآن مجید کے نزول کی تکمیل تک ان کی دشمنی اخوت میں بدل گئی۔ بغض و عناد اور حسد و کینہ کی جگہ محبت و الفت نے لے لی۔ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اب ایک دوسرے کا خون بہانا حرام جاننے لگے۔

قرآن مجید کی حقانیت:

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ قرآن ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر کم و بیش تیئس سال کے عرصے میں نازل ہوا۔ اللہ پاک اپنی حکمت بالغہ سے وقت اور حالات کے مطابق قرآن مجید کا مخصوص حصہ نازل فرماتے تھے۔ نزولی اعتبار سے آپ ﷺ پر اقرا الخ نازل ہوئی اور آخر میں الیوم اکملت الخ نازل ہوئی۔

لیکن جوں جوں قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتیں آپ ان کو جلدی یاد فرمانے کے لئے اپنی زبان اطہر واقدس کو جنبش دیتے تھے۔ چنانچہ اللہ پاک نے حکم دیا۔

لاتحرک لسانک لتجعل به انا علینا جمعه وقرآنه

اپنی زبان جلد جلد نہ ہلا کر اس کا جمع کرنا اور اسے پڑھوانا ہمارا کام ہے۔ گویا اللہ پاک کو اپنے محبوب کی زبان اطہر کو زحمت دینا گوارا نہ تھا۔ اس لئے قرآن کا جمع کرنا اور اس کو پڑھوانا اپنی ذمہ لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نازل شدہ آیتوں کو لکھنے کے لئے لکھنے والے افراد مقرر کر رکھے تھے۔ وہ نازل شدہ وحی کو من وعن لکھ لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی اصلاح فرما لیتے۔ اور ساتھ کاتبین وحی قرآن مجید کی آیتوں مختلف سورتوں میں لکھوایا کرتے۔ آپ باقاعدہ حکم فرماتے کہ فلاں آیت کو فلاں سورہ میں لکھ دو تاکہ جمع قرآن کے سلسلے میں تا قیامت منکرین قرآن کے اعتراضات تار عنکبوت ثابت ہوں۔

قرآن مجید کی حفاظت خود قرآن کی نظر میں:

قرآن مجید الحمد سے والناس تک اپنے زمانہ نزول سے لے کر اب تک محفوظ رہا ہے اور قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا۔ وقت اور حالات کا ناسازگار ماحول اس کی حفاظت پر اثر انداز نہ ہوگا۔ اس لئے قرآن خود آج ۱۴سو سال پہلے اعلان فرمایا ہے۔

ذالك الكتب لاريب فيه هدى للمتقين

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اس میں متقین کے لئے ہدایت ہے۔ قرآن کے ایک ادنیٰ سا طالب علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ متذکرہ آیت مبارکہ ریب، شک کی پوری جنس کی نفی کی گئی ہے۔ شک و ریب کا کوئی بھی پہلو خواہ اس کی ترتیب و تدوین سے متعلق ہو۔

یا اس کے کلمات وحروف میں تبدیلی سے ہو یا اس کے کچھ آیات مخفی ہونے اور مہدی موعود علیہ السلام کے لانے سے متعلق ہو قرآن مجید تمام شکوک وشبہات سے پاک ومبرا ہے۔

قرآن سے متعلق شک وریب والوں کو کھلا چیلنج:

قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن کے منکروں اور قرآن کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے والوں کو کھلا چیلنج دیا ہے۔

وان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثلهاوادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین ط۔

اگر ہمارے نازل کردہ قرآن میں تمہیں کوئی شک ہو تو تم بھی ایک سورہ بنا کر لاؤ اپنے معبودوں کو بھی بلالاؤ اگر تم سچے ہو۔

قرآن مجید کا یہ کھلا چیلنج جس طرح سے ۱۴سو سال پہلے ابولہب اور ابوجہل جیسے ناعاقبت اندیش منکرین قرآن اور قرآن سے متعلق شکوک وشبہات پھیلانے والوں سے تھا بالکل اسی طرح اگر آج کے زمانے میں بھی کوئی اپنی عاقبت خراب کرنے کی حماقت کر بیٹھتا ہے اس کے لئے بھی ہے۔قرآن نے ایسے ناعاقبت اندیش کی ناکامی اور بربادی کی پہلے ہی پیشن گوئی کر دی ہے۔

وان لم تفعلو ولن تفعلو فاتقواالنار التی اعدت للکفرین۔

اگر تم یہ کام نہ کرسکے تم ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔پس تم اس آگ سے ڈرو جسے کفار کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

اگر منکرین قرآن، قرآن کے اس کھلے چیلنج کا جواب نہیں دے سکتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ دوزخ کی آگ سے ڈریں۔

○○○ ○○○

واعتصموا بحبل الله جمیعا : اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو

خونِ جگر ہے یہ نوائے صوفیہ

محمد باقر قادری سرمیکی

جلوۂ نورِ سحر ہے یہ نوائے صوفیہ
روشنی کا ایک سفر ہے یہ نوائے صوفیہ
پھوٹتے ہیں علم کے چشمے یہاں سے ہر گھڑی
منبع علم وہنر ہے یہ نوائے صوفیہ
علم کا گہوارہ ہے یہ اور ترجمان حق
امتیاز خیر وشر ہے یہ نوائے صوفیہ
رہبری کرتی ہے ہمیشہ راہ گم گشتوں کی یہ
رہبر نوع بشر ہے یہ نوائے صوفیہ
اہل نوربخشیہ پر ہے اس کی سایہ الہا!
کامرانیوں کا ثمر ہے یہ نوائے صوفیہ
مشعل نور ہدایت اور گلشن تصوف بھی
خوشبوؤں سے معطر ہے یہ نوائے صوفیہ
وحدت مسلمین مقصود ہے اس کا
حامل فکر ونظر ہے یہ نوائے صوفیہ
دہر میں اب کوئی انقلاب آنے کو ہے
امید کی اک سحر ہے یہ نوائے صوفیہ
ہے ازل سے حق وباطل کا معرکہ دم بدم
حق پرستوں کا ظفر ہے یہ نوائے صوفیہ
رب سے یہ دعا سدا جاری رہے گی
میری ملت کا خونِ جگر ہے یہ نوائے صوفیہ
ظلمت کی شب ہو تو باقر کیا غم تجھے
اک چمکتا بدر ہے یہ نوائے صوفیہ

قصص الانبیاء

ابراھیمؑ خلیل اللہ

غلام مہدی کوروی

آج سے پانچ ہزار سال قبل عراق کے شہر ''ار'' میں پیدا ہوئے۔ والد آذر نے بیٹے کا نام ابراہیمؑ رکھا۔ آذر عراق کے سرکاری مذہب ''ولیوں'' کی پوجا کے مذہبی امور کی ذمہ داری پر مامور تھا۔ اس دور میں باپ کے بعد بیٹے کو وارثاً عہدے منتقل ہوتے تھے۔ مگر ابراہیمؑ کو اس مذہبی نظام سے نفرت تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے گھر سے دعوت کی ابتداء کی اور اپنے باپ (چچا) سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''پیارے ابا (چچا) آپ اس کی پوجا کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی آپ کے کسی کام آسکتا ہے۔''

(مریم ۴۳_۴۲)

ابا جی! (چچا) میرے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں۔ آپ میرے پیچھے چلیں آپ کو صحیح اور ہموار راستے پر گامزن کردوں گا۔ آذر بیٹے کی بات سن کر طیش میں آگیا اور کہدیا۔

''اے ابراہیمؑ کیا تو اپنے بزرگوں کو نہیں مانتا۔ اگر تو باز نہ آیا تو تیری پٹائی پتھروں سے کردوں گا۔ چلا جا مجھ سے مدتِ دراز تک۔''

(مریم ۔۴۶)

باپ (چچا) کا رویہ دیکھ کر دعائیں دیتے ہوئے وہاں سے چلے اور قوم کو دعوت دینے لگے۔

اس زمانے میں لوگ چاند اور تارے کی پوجا کرتے تھے۔ آپ نے قوم کو بتایا کہ ''پھر جب وہ تارہ ڈوب گیا تو کہنے لگے میں ڈوبنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' (انعام ۔۷۶)

اے میری قوم بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم شریک باری ٹھہراتے ہیں۔ آپ نے قوم کو شرک سے نکال کر توحید کی طرف لانے کی کوشش کی۔ اور ان چاند، تارے اور دیوتاؤں کی بے بسی قوم پر کھول کھول کر ظاہر کردیا اور بیان کیا کہ

''میں نے یکسو ہو کر اللہ کی طرف رُخ کیا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' (الانعام ۔۷۹) قوم کے ساتھ ساتھ والد (چچا) پر بھی واضح کردیا۔

''ان مورتیوں کی کیا حیثیت ہے جس پر تم جمے بیٹھے ہو۔''

(الانبیاء ۵۱)

پھر حضرت ابراہیمؑ نے باپ دادا کے مورتیوں کو بھی سبق سکھانے کی ٹھان لی۔ اور اُن کی پوجا کے بعد نمٹنے کی قسم کھائی۔ اور ایک دن ان کے عبادت خانے میں جا کر اُن سے مخاطب ہوئے۔

''کھاتے کیوں نہیں ہو۔ تمہیں کیا تکلیف ہے بولتے کیوں نہیں ہو۔''

(الصافات ۹۲_۹۱)

ان تمام دیوتاؤں کو توڑ توڑ کر رکھ دیا اور کلہاڑی کو بڑے دیوتا کی گردن میں لٹکا کر واپس ہوئے تاکہ یہ لوگ اپنے معبود کا عبرتناک حشر دیکھ لیں۔ ''ممکن ہے یہ لوگ توحید کی طرف پلٹ جائیں۔'' (الانبیاء ۔۵۸)

قوم نے اپنے دیوتاؤں کی درگت دیکھی اور آپ پر شک کرنے لگے اور آپ کو قصوروار ٹھہرایا۔ جس کا ذکر قرآن میں واضح طور پر آیا ہے۔ تمام لوگوں نے جمع ہونے کے بعد آپ کو لا کر پوچھا۔

''اے ابراہیمؑ ہمارے بزرگوں کا حشر تونے ہی کیا ہے۔''

(الانبیاء۔۶۲)

آپؑ نے جواب دیا۔ اپنے دیوتاؤں سے پوچھ لو اور یہ بڑے ہی نے کیا ہے۔

''لہٰذا ان سے پوچھو اگر یہ بتلا سکتے ہیں تو۔'' (الانبیاء۔۶۳)

قوم شرمندہ ہوئی اور ابراہیمؑ کا سینہ فخر سے تان گیا۔ اور قوم کو بتلا دیا جن کی پوجا کرتے ہو کیا وہ بول نہیں سکتے۔ کیا حاجت پوری نہیں کر سکتے اور یہ واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے۔ یہ بات وقت کے بادشاہ پر ناگوار گزری اور آپ کو نمرود نے آگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ قدرت کی شان کہ جدّ الانبیاء کو آگ میں ڈالا گیا تو آتشِ نمرود جنت بن گئی۔

''اے آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور خوشگوار بن جا۔'' (الانبیاء۔۶۹)

قوم نے آگ کو گلزار بنتے ہوئے دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے اور آگ سے نکال کر بھی اذیت دیتے رہے۔ تو آپؑ نے مصر کی طرف سفر کرنے کی راہ لی۔ اس راہ میں بادشاہِ مصر کو معلوم ہونے پر آپ کی بیوی سارہ سے بدسلوکی کی کوشش کی۔ اور بادشاہ کو قدرت نے سزا دی اور سارہ کو باعزت چھوڑ دی۔ اس کی خدمت کے لئے حاجرہ کو بھی ساتھ کر دیئے۔ اس طرح مصر کی شہزادی حاجرہ بھی عقدِ ابراہیمؑ میں آئیں۔ جو اسماعیلؑ کی والدہ محترمہ بنیں۔ جن سے رہتی دُنیا تک شعائر اسلام کی بنیادیں پڑیں اور ختم نبوت حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے۔ اُس بندۂ خدا نے باپ (چچا) کی گدی کو لات ماری، وطن چھوڑا، ہجرت کی، محبت الٰہی میں قربانیاں پیش کیں۔ تب مصر سے فلسطین پہنچے اور اللہ سے دعا کی۔

''میرے رب مجھے نیک بیٹا دے دیں۔'' (الصافات۔۱۰۲)

فلسطین کی سرزمین پر اللہ نے چاند جیسا خوبصورت بیٹا ''اسماعیل'' عطا کیا اور یہ بیٹا مصر کی شہزادی حضرت حاجرہ کی گود میں بھر آیا۔ مگر آزمائشِ خداوندی کا سلسلہ جاری رہا۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ سے جدّ الانبیاء اور ختم المرسلین کا ظہور کرانا مقصود تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو ۸۰ سال کی عمر میں حکمِ خداوندی ہوا کہ

''اے ابراہیمؑ اپنی بیوی حاجرہ اور دودھ پیتے اسماعیل کو ایک ویران اور خشک پہاڑوں کے درمیان وادی میں چھوڑ آ۔''

چنانچہ تین افراد کا قافلہ سرسبز و شاداب وادی کو چھوڑ کر بے آب و گیاہ میدان کی طرف روانہ ہوا۔ کئی دنوں کے سفر کے بعد قافلہ اپنی منزل کو رسائی پا گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے چند دن ٹھہر کر دوبارہ واپس جانے کی راہ لی تو اُمّ اسماعیلؑ نے اپنے سرتاج سے کہا کہ

''کیا اللہ کے حکم سے کر رہا ہے۔ تب تو ٹھیک ہے۔ تو ہمارے اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔'' اور ابراہیمؑ یوں دُعا گو ہوئے۔

''پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے گھر کے قریب ایسی وادی میں لا بسایا جو زراعت کے قابل نہیں یہ نماز قائم کریں لوگوں کے دل ان کی طرف جھک جائیں انہیں پھلوں سے رزق عطا فرماتا کہ وہ شکر بجالائیں۔'' (سورہ ابراہیم۔۳۷)

زمزم کا واقعہ:

یہاں پر حضرت ابراہیمؑ کے واپس جانے کے بعد ماں بیٹے کے ساتھ ''زمزم'' کا واقعہ پیش آیا تو انہوں نے قوم ''جرہم'' کے لوگوں کو بھی آباد ہونے کی اجازت دی۔ جو کہ آج تک آباد ہے اور ''زمزم'' کا پانی قیامت تک رہنے کی نشانی ہے۔ اور ابراہیمؑ کی دُعا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر پہلا گھر آباد تھا۔ جو موسم کی تغیر و تبدیلی سے ختم ہو چکا تھا۔ جب ابراہیمؑ فلسطین سے واپس آئے تو خداوند عالم خواب میں یوں گویا ہوئے کہ اپنے عزیز بیٹے کو قربان کر دے۔ اور بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب

تیرا کیا خیال ہے۔" (الصافات۔۱۰۲)

بلند حوصلے والا بیٹا یوں گویا ہوئے۔

"ابا جان! جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ کر گذریئے اگر اللہ نے چاہا تو مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔" (الصافات۔۱۰۲)

کیا ہی شان ہے اس بیٹے کی، کیا ہی تربیت دی گئی ہے اُسے، کیا ہی حوصلہ ہے اُس ماں کا (سبحان اللہ)۔ اس طرح باپ، بیٹا اور ماں تینوں رضائے خداوند متعال کی تعمیل پر کمربستہ ہوئے۔ اس قربانی سے صرف امتحان مقصود تھا۔ اور اس امتحان میں تینوں شخصیات سُرخ رو ہوئے۔ کامیابی کا صلہ ان الفاظ میں دیا گیا۔

"اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔" (النساء۔۱۲۵)

ایک اور مقام پر فرمایا۔

"میں تجھے سب لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔" (البقرۃ۔۱۲۴)

پھر خلیل اللہ کے بیٹے اسحاقؑ کو بھی نبیوں میں شامل کر دیا۔ جیسے "حضرت یعقوبؑ، یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت موسیٰؑ" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ کیا شان ہے روئے زمین کی کہ مقدس ہستیوں نے یہاں قدم رنجا فرمایا۔ انہوں نے اس زمین کو اپنے وجود سے رونق بخشا۔ ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے انبیاء پر کتب وصحفِ الٰہی اور بشارت خداوندی کے نزول میں اشارہ دیتے رہے تاوقتیکہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے حضرت عبداللہ پر نور محمد سلام اللہ علیہ ختم نبوت کی صورت میں ظہور پذیر نہیں ہوئے۔ جسے اللہ ربّ العزت نے نبیوں اور رسولوں کا سردار بنالیا۔ تمام اولادِ آدم کے لئے ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِّ امجد کو قابلِ تقلید قرار دیا گیا۔

"تمہارے لئے ابراہیمؑ کی زندگی خوبصورت نمونہ ہے۔"

(الممتحنہ۔۴)

اور ختم المرسلین اور شفیع المذنبین کیلئے تخصیص کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا۔

"(میرے رسولؐ) پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیمؑ پر یکسو رہے۔ اس کی پیروی کریں۔"

(النحل۔۱۲۳)

اللہ نے بار بار امت مصطفےٰ کو ملت ابراہیمؑ کی پیروی پر زور دیا۔ مسلکِ صوفیہ کے روحانی نعروں میں ملت ابراہیمؑ اسی عہد کی تجدید ہے۔ چنانچہ احرام کے دو چادر میں لپیٹے مسلمان ہر سال مناسک حج ادا کرنے کے لئے "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" کی صدا بلند کرتے ہوئے میدان حج کی طرف بڑھتے ہیں۔ تو ہر وقت ہر لمحہ ہر قدم پر حضرت ابراہیمؑ کے قائم کردہ اصول پر کاربند رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ اور لاکھوں مسلمان قربانیاں پیش کر کے سنت ابراہیمؑ کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ صدیوں سے یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

بقیہ: رسالہ تکوینات

ترجمہ: کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا اے روشن ضمیر بزرگ کہ پیراہن یوسف علیہ السلام کی خوشبو مصر سے آپ نے محسوس کیا اور پھر اسے کنعان کے کنویں میں کیوں کر نہ دیکھا۔

آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم (انبیاء و اولیاء کے حالات) اس دُنیا کے چمکنے والی بجلی کی مانند ہیں ایکدم ظاہر ہوتی ہے اور چھپ جاتی ہے اور کبھی ہم عالم بالا کی سیر کر رہے ہوتے ہیں اور کبھی ہمیں اپنے پیش پا (سامنے) پڑی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ اگر درویش لوگ ایک ہی حالت میں ہمیشہ مقیم رہتے تو وہ دونوں جہاں میں نہ سما سکتے (یعنی کہیں اور جگہ رو رہے ہوتے)

جاری ہے

نکاتِ دانش

انجینئر ذاکر حسین ذاکر سے انٹرویو

غلام رسول ثاقب سریکی

سوال: آپ اپنی تعلیمی کوالیفکیشن کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے؟

جواب: میں نے غورسے سے پرائمری پاس کیا۔ ہائی سکول چھلو سے میٹرک کرنے کے بعد معرفی فاؤنڈیشن میں سکالرشپ ملا اور کراچی سے ایف ایس سی کرلی۔ ایف ایس سی کے بعد میرپور آزاد کشمیر یونیورسٹی میں انجینئرنگ کی سیٹ مل گئی۔ دریں اثنا پنجاب یونیورسٹی سے پرائیویٹ بی اے کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ایم اے کیا اور 1996 کے اواخر میں بی ایس سی انجینئرنگ بھی مکمل ہوگئی۔

سوال: انجینئرنگ کے بعد یقیناً آپ نے جاب تلاش کی ہوگی؟

جی ہاں! فائنل امتحان کے بعد میں نے کچھ عرصہ ایک شوگرمل میں بطور ٹرینی انجینئر کام کیا۔ لیکن اس عرصے میں انڈسٹریل ماحول سے بیزار ہوگیا اور انجینئرنگ کا فائنل رزلٹ ملتے ہی بلتستان روانہ ہوا اور المصطفےٰ ہائیر سکنڈری اسکول میں ٹیچنگ شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد گرلز کالج سکردو میں انٹر اور ڈگری کلاسوں کو پڑھاتا رہا۔ ڈھائی سال تدریس کے مشاغل میں مصروف رہنے کے بعد جنوری 2000ء میں بطور ایجوکیشن آفیسر آغاخان ایجوکیشن سروس جوائن کرلیا۔ چونکہ اے کے ای ایس سی میں سیکھنے کے کافی مواقع تھے تو میں نے ان مواقع سے فائدہ اٹھایا۔ ادارے نے آن جاب ٹریننگ کے سلسلے میں بی ایڈ کرنے کے لئے کراچی نوٹرے ڈیم انسٹیٹیوٹ بھیج دیا جہاں سے 2001ء میں بی ایڈ / آئی جی سی ای فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اسی اثنا میں اسی ادارے کے تحت ایم ایڈ پروگرام میں بھی داخلہ لیا جسے بعد میں اے کے ای ایس نے اسپانسر کیا۔ یہ ایم ایڈ پروگرام تین سال کا ہے جس کے بعد کراچی یونیورسٹی سے ایم ایڈ اور آسٹریلین کیتھولک یونیورسٹی سے ماسٹر آف ایجوکیشن کی ڈگری دی جاتی ہے۔

سوال: اس وقت آپ کے ایم ایڈ کس مرحلے میں ہے؟

جواب: اس وقت کراچی یونیورسٹی کے امتحانات مکمل ہوچکے ہیں اور ریسرچ تھیسس پر کام ہورہا ہے جو انشاء اللہ نومبر 2003ء تک مکمل ہوجائے گا۔

سوال: آپ نے ایم اے فلسفہ کے لئے پنجاب یونیورسٹی کی بجائے گورنمنٹ کالج لاہور کو کیوں ترجیح دی؟

جواب: اس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی بات یہ تھی کہ پنجاب یونیورسٹی میں طلباء تنظیموں کی سیاسی عمل دخل زیادہ تھیں اس کے مقابلے میں گورنمنٹ کالج میں پرسکون ماحول تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ گورنمنٹ کالج لاہور کا شعبہ فلسفہ اقبالؒ کا شعبہ تھا۔ اس لئے اقبالؒ سے فکری وابستگی کی بناء پر شعبۂ اقبال میں اپنی تعلیم آگے بڑھانے اعزاز سمجھ کر گورنمنٹ کالج کو ترجیح دی۔

سوال: آپ نے ایم اے فلسفہ کے فائنل ریسرچ کے لئے "اقبال اور اسلامی تصوف" کا موضوع منتخب کیا تھا۔ اس کی خاص وجہ کیا تھی؟

جواب: اس انتخاب کی کئی وجوہات ہیں۔ اولاً میں خود یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اسلامی تصوف کے بارے میں اقبالؒ کی اصل رائے کیا تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اقبالؒ کے کچھ اشعار کی روشنی میں ایک گروہ نے

اقبالؒ کو تصوف کا دشمن قرار دیا جبکہ دیگر اشعار و افکار کو بنیاد بناتے ہوئے دوسرے گروہ نے اقبالؒ کو مکمل صوفی صافی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہذا عوام میں موجود اس ابہام کو دور کرنا بھی میرے مقالے کے مقاصد میں شامل تھا۔

اسلامی تصوف کے حوالے سے اقبالؒ کے بہت سے اہم افکار تاریخ کا حصہ ہے جن کو بغیر کسی جانبداری کے منظر عام پر لانا نہ صرف ایک علمی خدمت ہوگی بلکہ ہماری قوم کی فکری اور عملی اصلاح کے لئے بھی بہت اہم ہوگی۔ اقبالؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسلامی تصوف کی تاریخ پر ایک مبسوط کتاب کا بھی آغاز کیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ کتاب پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ البتہ اس کے ابتدائی مندرجات ''تاریخ تصوف'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

سوال: اچھا اس تھیسس کے بعد آپ نے اقبالؒ کو کیا پایا۔ تصوف دشمن، صوفی صافی یا کچھ اور؟

جواب: جی یہ ایک نہایت دلچسپ سوال ہے اور تقریباً میرے مقالے کا مدعا بھی۔ مقالے کی ابتداء میں اسی نوعیت کا سوال اٹھایا تھا اور مقالے کے آخری باب میں ان سوالات سے متعلق نتائج اخذ کئے تھے۔ میرے مطالعے کے رو سے اقبالؒ نے تصوف کے حوالے سے کئی اصطلاحات استعمال کئے۔ ان اصطلاحات کو سمجھنے کے بعد اقبالؒ کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے۔

اسلامی تصوف، عجمی تصوف اور تصوف وجودی وہ تین بنیادی اصطلاحات ہیں جن پر اقبالؒ نے اپنی واضح رائے کا اظہار کیا ہے۔ اقبالؒ اسلامی تصوف جو ''اخلاص فی العمل'' کا نام ہے عین اسلام سمجھتا ہے۔ اور تکمیل شریعت کو طریقت سے تعبیر کرتا ہے۔ یوں شریعت مقدسہ کی مکمل پاسداری کے ساتھ ریاضت اور تزکیۂ نفس کو نہ صرف عین اسلام سمجھتا ہے بلکہ خودی کا اعلیٰ ذریعہ بھی تصور کرتا ہے۔ عجمی تصوف وہ اصطلاح ہے جس پر اقبالؒ نے شدید تنقید کی۔ اس سے مراد وہ بے عمل اور غیر اسلامی افکار سے متاثر تصوف جس میں محض پیری مریدی اور شریعت مقدسہ سے بے نیازی کے ساتھ تصوف کے بلند و بانگ دعوے ملتے ہیں۔ عجمی تصوف نفی خودی کا پیغام دیتا ہے۔ موجودہ دور کے نشے میں مست گدی نشینوں اور قلندر بن کے پھرنے والے کاروباری ملنگوں کا تعلق اسی عجمی تصوف سے ہیں۔ پیریت اور طریقت کے دعویدار ان لوگوں کے بارے میں شاہ سید علیہ الرحمہ نے فقہ الاحوط میں ایسی ہی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ کیونکہ روح عمل سے عاری، جذب و شوق سے ناآشنا، فقر حیدری کی روح سے بے بہرہ، صفائے قلب سے خالی اور راہِ سلوک کو بدنام کرنے والے یہ لوگ تصوف کے نام پر دھبہ ہیں۔ ایک اور اصطلاح جس پر اقبالؒ نے تنقید کیا ہے وہ تصوف وجودی ہے۔ بقول اقبالؒ جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی روح اس سے بغاوت کرتی ہے کیونکہ تصوف میں اعمال کی بنیاد عشق پر رکھی جاتی ہے فلسفے پر نہیں۔ جب کسی وجودی تصوف والے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں فلسفیانہ موشگافیوں اور بحث میں پڑ گئے تھے۔

سوال: اپنے مطالعے کی رو سے کیا آپ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اقبالؒ اسلامی تصوف کو عین اسلام سمجھتا ہے؟

جواب: جی ہاں! یہ اقبالؒ کے اپنے ہی الفاظ ہیں۔ ''علم وظاہر و باطن'' کے عنوان سے ایک مضمون میں اقبالؒ لکھتے ہیں کہ ''راقم الحروف'' اس تصوف کو جس کا نصب العین شعائر اسلام میں مخلصانہ استقامت پیدا کرنا ہو عین اسلام جانتا ہے اور اس پر اعتراض کرنے کو بدبختی اور خسران کا مترادف سمجھتا ہے۔'' اس لئے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تصوف جس کا مقصد اخلاص فی العمل ہے عین اسلام ہے۔

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ صوفیہ نوربخشیہ کے ہاں اسلامی تصوف کا رنگ نمایاں ہے یا عجمی تصوف کا۔

جواب: چونکہ صوفیہ نوربخشیہ بزرگان سلسلۂ ذہب (جو سلسلہ جنیدیہ کبرویہ، ہمدانیہ اور فی الوقت سلسلہ نوربخشیہ کے نام سے مشہور ہے) کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ سلسلہ ذہب کا کوئی پیر ایسا نہیں گذرا جس نے قلندروں اور ملنگوں کی سی زندگی بسر کی ہو۔ سلسلۂ ذہب کے بیشتر مرشدینِ طریقت صاحب تصنیف تھے۔ وہ فی الحقیقت شریعت کے مجتہد اور طریقت کے مجاہد تھے۔ کسی نے بھی اپنے آپ کو شریعت مقدسہ سے بے نیاز نہیں سمجھا اور بھی شریعتِ مطہرہ کے پاسدار تھے اور تکمیل شریعت کو ہی آغاز طریقت سمجھتے تھے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سلسلۂ ذہب کی تعلیمات میں اسلامی تصوف آج بھی اپنی آب وتاب کے ساتھ موجود ہیں۔

سوال: صوفیہ نوربخشیہ میں کبھی عجمی تصوف کا بھی عمل دخل رہا ہے۔

جواب: جی ہاں! مختلف اوقات میں کئی کاروباری اور خود ساختہ پیروں نے طریقت اور تصوف کے نام پر سادہ لوح نوربخشی عوام کو بہکایا ہے۔ ماضی قریب میں اس طرح کی کئی مثالیں دیکھی گئی ہیں۔ کم علمی اور اپنی اصل تعلیمات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے بہت سارے لوگ نام نہاد اور دُنیا طلب پیروں کے جال میں پھنس گئے۔ اس طرح کے واقعات ہماری تعلیمات میں عجمی تصوف کی آمیزش کی مثالیں ہیں۔

سوال: صوفیانہ لٹریچر میں ایک لفظ ''مجذوب'' استعمال ہوتا ہے اور عجمی تصوف میں شریعت سے بے نیاز پیروں کا بھی تصور ملتا ہے۔ ان دونوں میں کیسے فرق کیا جا سکتا ہے۔ نیز مجذوبوں کے حوالے سے بزرگان سلسلۂ ذہب کی کیا رائے ہیں؟

جواب: صوفیانہ لٹریچر کے مطابق مجذوب وہ شخص ہے جو عشق خداوندی میں رسوم ظاہری کی پابندیوں سے بے نیاز ہو چکے ہوں اور بقول اقبال۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا

مجذوبوں کی پوری کائنات اور حیات ذکر خداوندی اور یاد الٰہی ہوتی ہے۔ شاہ سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ان کے عقل تجلی الٰہی سے خاکستر ہو چکے ہیں۔ لہذا وہ تمام مذہبی لوازمات جو عاقل، بالغ مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے وہ ان سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کے معاملے میں عاقل کی شرط پوری نہیں ہوتی۔ سلسلۂ ذہب کی تعلیمات کے مطابق ان افراد کی عزت کی جانی چاہئے۔ لیکن شرعی امور اور راہ سلوک میں ان کی باتوں کو معیار نہیں مانا جا سکتا اور نہ ہی ان کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کو باقاعدہ استفادہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے۔ جہاں تک عجمی تصوف کی خود ساختہ پیروں کا تعلق ہے وہ بھی عاقل ہوتے ہیں۔ فائدہ نقصان خوب جانتے ہیں۔ محض مفادات اور نفسیاتی آسودگی کی تلاش میں اپنا حلیہ قلندروں جیسا بنا کے رکھتے ہیں اور احکام شرعی سے روگردانی کرتے ہیں۔ ان کے لئے کسی بھی صورت مجذوب کا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: ہمارے علم کے مطابق اقبالؒ نے شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ پر ایک قصیدہ لکھا ہے۔ کیا اقبالؒ کی نثری تحریروں میں بھی شاہ ہمدان کا ذکر ملتا ہے؟

جواب: علامہ اقبالؒ کی فارسی منظوم کتاب جاوید نامہ میں شاہ ہمدانؒ اور زندہ رود کے مابین ایک مکالمہ بھی موجود ہے۔ جس میں دلچسپ علمی نکات پر زندہ رود کے سوالات اور شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اقبالؒ کی نثری تحریروں میں بھی کئی جگہ شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ اقبالؒ شاہ ہمدانؒ کو شہودی مکتب فکر کے پیش رو قرار دیتے ہیں اور اس پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس طرح ایک خط میں شاہ ہمدانؒ کی معروف کتاب ذخیرۃ الملوک کا ذکر ملتا ہے۔

باقی حصہ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

نوآموز

رشحاتِ قلم

نوآموز لکھاری

حضرت سید علی ہمدانیؒ

اکبر جاوید ابدالی، شگر

ایک وقت تھا جب سرزمین کشمیر و بلتستان میں سب بدھ مت کے پیروکار تھے۔ یہ امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مرہونِ منت ہے کہ علاقے کے باسیوں کو دینِ اسلام کی روشنی سے ہمکنار کیا۔ آپ پہلی مرتبہ ۱۳۷۲ء میں دوسری مرتبہ ۱۳۷۹ء میں تیسری مرتبہ ۱۳۸۵ء میں کشمیر تشریف لائے۔ مولوی حشمت اللہ کی تحقیق کے مطابق سید علی ہمدانیؒ بلتستان کے طول و عرض میں کم و بیش پانچ سال تک اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ حضرت سید علی ہمدانیؒ نے زیادہ تر چھوربٹ، خپلو، شگر اور سکردو میں قیام فرمایا۔ سید علی ہمدانیؒ آخری بار ۱۳۹۴ء میں بلتستان وارد ہوئے۔ یہیں سے بلتستان میں اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں سید علی ہمدانیؒ کی مساعی جمیلہ کا اختتام ہوا۔ سید ناصر طوسیؒ، سید محمود طوسیؒ، سید حیدر علی طوسیؒ اور سید علی طوسیؒ جیسے عظیم صوفیاء بھی چینی ترکستان کی طرف سے براستہ سلترو علاقہ خپلو میں وارد ہوئے۔ انہوں نے حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی مشن کی تکمیل کے لئے اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ اسی طرح دو صوفی بزرگ حضرت میر مختار اور حضرت میر یحییٰؒ بھی چینی ترکستان کے راستے سے وادی شگر میں وارد ہوئے تھے۔ بعد میں حضرت میر مختار تبلیغ کے لئے کریس تشریف لے گئے۔ جبکہ میر یحییٰ شگر میں تبلیغ کرتے رہے۔ پیر صوفیہ نوربخشیہ پیر نواز حسین یحیوی پیر طریقت حضرت میر یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں اللہ کے بے مثال ولی تھے۔ اشاعتِ اسلام کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دُنیا کے سرد ترین گلیشیر سیاچن کے راستے کو عبور کیا۔ سیاچن کے راستے سے تشریف آوری کے وقت آپ کے پاس صرف ایک عصا اور ایک کمبل تھا۔ یہ اللہ کے ایک ولی کی شانِ بے نیازی تھی۔ جبکہ آج کل کے مشہور کوہ پیما جدید سامان سے لیس ہونے کے باوجود بمشکل ہی ان راستوں سے گزرنے کی جسارت کرسکتا ہے۔ اسی لئے شیخ سحر شگری نے کیا خوب کہا تھا۔

تصوف کے رموز اکثر ہوئے کندہ چٹانوں پر
آداب کے گلستان پھولے پھلے ہیں ان پہاڑوں میں
یہ جیسے کوہ پیمائی کی نیمیں آج چلتی ہیں
فقیرانِ خدا پہلے چلے ہیں ان پہاڑوں میں

کلمۂ آمنت باللہ

ہادی علی تمنا، شگر

آمنت باللہ وملائکتہ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یہ درحقیقت ہمارے وہ پانچ اصول دین ہیں جن کو ہم اپنی اصطلاح میں کلمۂ بنائے ایمان کے نام سے روزانہ وردِ زبان رکھتے ہیں۔ ان پانچوں اصول دین کا ماخذ قرآن پاک ہے۔ قرآن پاک میں ان کا

ذکر بالکل اسی ترتیب سے موجود ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا (سورۃ النساء)

جو کوئی بھی اللہ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں اور یوم آخرت کے بنیادی عقیدے کا انکار کرے تو وہ یقیناً بڑے دور کی گمراہی کا شکار ہو گیا۔

خداوندِ عالم نے ان پانچ بنیادی عقائد کے انکار پر قرآن مجید میں انتہائی شدید وارننگ دی ہے اور صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا منکر مکمل طور پر بہت بڑی گمراہی کا شکار ہو گیا۔ اللہ پاک کی اس شدید وارننگ کے ضمن میں ہر ایک فردِ بشر اس بات کا مکلف ہے کہ وہ صدقِ دل سے کہے۔

اٰمنت باللہ وملآئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط

امنت باللہ کی قرآنی نظیر:

کلمہ امنت باللہ الخ کسی دستور ساز اسمبلی کی منظور کردہ کوئی اصطلاحی قرارداد نہیں بلکہ یہ تعمیلِ حکمِ خداوندی کی روشن ترین شکل ہے۔ اس کی صحت پر قرآنی مہرِ تصدیق ثبت ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں امنت باللہ الخ کی واضح ترین نظیر موجود ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

اِذْقَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب نے ارشاد فرمایا۔ میرے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر۔ اس پر حضرت ابراہیم نے تعمیلِ حکم میں فرمایا میں نے رب العالمین کے آگے سرِ تسلیم خم کیا۔ واضح رہے کہ حضرت ابراہیم نے ارشادِ خداوندی "اَسْلِمْ" کی تعمیل میں نفس الامر کے مطابق "اَسْلَمْتُ" کہہ کر تابعداری و فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا اور اپنی اولاد کو بھی خداوندِ عالم کے پسندیدہ دین پر چلتے ہوئے ایسا مظاہرہ کرنے کی وصیت فرمائی۔ پس جس طرح سے حضرت ابراہیم نے حکمِ الٰہی "اَسْلِمْ" کی تعمیل میں "اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کا نعرہ بلند کیا ہے۔ اسی طرح سے ہر ہر فردِ مومن حکمِ الٰہی "اٰمِنُوْا باللہ الخ" کی تعمیل میں اٰمَنْتُ بِاللہِ الخ کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ گویا حضرت ابراہیم کا نعرۂ اسلام "اَسْلَمْتُ الخ" ہر ہر مومن کے نعرۂ ایمان اٰمَنْتُ بِاللہِ الخ کی قرآنی نظیر ہے۔ کسی امر کی قرآنی نظیر اس امر کے قطعی ثبوت کے لئے دلیلِ قطعی کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا ہر ایک مومن اپنی باطنی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لئے تقاضائے امرِ الٰہی کے مطابق کلمہ امنت باللہ الخ کا نعرۂ ایمان بلند کرتا رہتا ہے تاکہ سعادتِ دارین حاصل ہو۔ (ماخوذ از: مقدمہ اصول عقائد)

☆ الآخوند اکیڈمی کے درخشاں ستارے ☆



محمد اقبال نے 94.57 فیصد نمبر لے کر جماعت دوئم میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔



ثاقب علی نے 89.04 فیصد نمبر لے کر تیسری پوزیشن حاصل کی۔



محمد اقبال نے پریپ میں 90.56 فیصد نمبر لے کر دوسری پوزیشن حاصل کی۔



احمد علی نے کلاس اول میں 92.32 فیصد نمبر لے کر اول پوزیشن حاصل کی۔

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کئی بار تاکید کی ہے کہ سوال پوچھنے والے حضرات صرف اپنے نام پر اکتفا نہ کریں بلکہ مکمل پتہ بھی لکھیں۔ ہمارے پاس بہت سے ایسے سوالات آئے ہیں جن کے جوابات بذریعہ ڈاک ارسال کرنے کی ضرورت ہے۔ رسالے میں ان کی اشاعت مناسب نہیں ہے۔ تاہم مکمل پتہ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے سوال کنندگان اپنے سوالات کے جوابات کو غالباً ترس رہے ہونگے۔ یہ اُن کی اپنی کوتاہی ہے ہماری نہیں۔ چنانچہ سوال کنندگان سے پُر زور التماس ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ساتھ مکمل پتہ بھی لکھیں۔

☆: اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

☆: سوالات: ☆

سوال نمبر۱: کوئی شخص کسی بے قصور آدمی پر بے جا تہمت باندھتا ہے اور اپنی الزام تراشی کو درست قرار دیے جانے کی خاطر جھوٹا حلف قرآن اٹھاتا ہے۔ شرعاً ایسے شخص کی حیثیت کیا ہے۔

سائل: عنایت علی نوری سکساوی، چھوربٹ

سوال نمبر۲: کیا نماز تراویح کسی فرد واحد کی ذہنی ایجاد ہے؟

سائل: آخوند محمد حسین 14 این ایل آئی۔

سوال نمبر۳: وقت نماز تنگ ہونے کے گمان پر کسی نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ وقت نماز کافی فراخ تھا۔ اس صورت میں کیا حکم ہوگا۔

سوال نمبر۴: ایک خاتون حالت استحاضہ میں بھی حالت حیض کی طرح نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ ہی وہ روزہ رکھتی ہے۔ اس کا یہ انداز کیسا ہے؟

سوال نمبر۵: کیا غسل جنابت کے علاوہ اور بھی واجب اغسال ہیں جن کی بجا آوری کے لئے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سائل: غازی محمد اسماعیل 13 این ایل آئی۔

سوال نمبر۶: اگر کوئی اعتکاف نشین فرد دوران اعتکاف بیمار ہو جائے تو اعتکاف نشینی سے باہر نکلنا روا ہوگا؟

سوال نمبر۷: کیا زانی اور زانیہ کا ازدواجی رشتے میں منسلک ہونا جائز ہے؟

سوال نمبر۸: اگر تلاوت قرآن کے دوران اذان سننے میں آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

سوال نمبر۹: اگر حالت نماز میں کسی نے نمازگزار کو سلام کیا تو کیا کرنا ہوگا۔

سائل: محمد بشیر کاشف سیاری، چھوربٹ

سوال نمبر۱۰: مرکزی قیادت کے حامل مرشد کامل و مکمل کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟

سائل: موسیٰ علی تھگس والے۔

جوابات

جواب نمبر ۱: بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسی پر بے جا تہمت باندھنے والا اگر اپنی الزام تراشی ثابت نہ کر سکے تو حلف تہمت زدہ پر عائد ہوتا ہے۔ سوال مذکورہ والا حلف قرآن یمین غموس کی شکل ہے۔ شرعی قضاوت کی رو سے وہ فاسق ہونے کے ساتھ ساتھ مردود الشہادات فرد ٹھہرتا ہے۔ شرعی عدالت کی طرف سے ایسے شخص کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا بھی بھگتنا ہوگی۔ یہی قرآن کا اٹل فیصلہ ہے۔

جواب نمبر ۲: بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ نماز شریعت محمدیہ میں مذکور اور موجود ایک مشہور ترین نفل نماز ہے۔ اس نماز کو شہر صیام کی تعظیم کا درجہ دیا گیا ہے اور شعائر اسلام میں اس کا شمار کیا گیا ہے۔ لہذا اس عظیم الشان نماز کو کسی کی ذہنی ایجاد قرار دینا انتہائی مضحکہ خیز بات ہے۔

جواب نمبر ۳: بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب وقت کافی فراخ ہو تو اس شخص کا تیمم کرنا غلط ٹھہرے گا وہ وضو کر کے اپنی نماز کا اعادہ کرے، شریعتِ محمدیہ یہی کہتی ہے۔

جواب نمبر ۴: بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتون کا یہ انداز سراسر غلط ہے۔ حالتِ استحاضہ میں نماز کی چھوٹ نہیں ہے۔ اگر رمضان کا مہینہ ہو تو حالتِ استحاضہ میں روزہ رکھنا بھی نماز کی طرح واجب ہے۔

جواب نمبر ۵: بسم اللہ الرحمن الرحیم

غسل جنابت کے علاوہ، حیض، نفاس اور مس میت کے اغسال میں بھی وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا واجب اغسال میں طہارت کبریٰ ہی کافی ہے۔ طہارت صغریٰ کی ضرورت نہیں ہے۔ مسنون اغسال میں پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔

جواب نمبر ۶: بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتکاف نشینی جہادِ اکبر ہے۔ یہ بیماریوں کیلئے روحانی علاج کا باعث بھی ہے۔ اگر کوئی معتکف اس قدر شدید بیمار پڑ جائے کہ اس کیلئے مادّی علاج بھی ضروری ٹھہرتا ہو تو ایسی صورت میں اس کیلئے گنجائش ہے کہ وہ مادّی علاج کی خاطر اعتکاف سے باہر نکل آئے۔ ایسا کرنا جائز ہے۔

جواب نمبر ۷: بسم اللہ الرحمن الرحیم

شریعت محمدیہ کی رو سے ان دونوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے سے پہلے حقیقی معنوں میں اظہار ندامت کرتے ہوئے توبہ گزار بن جائیں۔ توبہ گزاری کے بغیر ان دونوں کا ازدواجی رشتے میں منسلک ہونا جائز نہیں ہے۔

جواب نمبر ۸: بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایسی صورت میں سامع اذان کا مسنون حکم بجالائے اور نماز جماعت میں حاضر ہونے کی کوشش کی جائے۔

جواب نمبر ۹: بسم اللہ الرحمن الرحیم

عین نماز کی حالت میں سلام کا جواب دینا باعث کراہت ہے لہذا نماز کے سلام پھیرنے کے بعد سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دے۔

جواب نمبر ۱۰: بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس منصب پر فائز ہونے والے مرشد کامل و مکمل کے لئے شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں کی معرفت کاملہ کا حامل ہونا ضروری ہے۔ مزید تفصیل کے لئے شاہ سید محمد نوربخش کی کتاب رسالۃ الہدیٰ اور فقہ احوط کا مطالعہ کیجئے۔

تفقهوا فی الدین فان الفقه مفتاح البصیرة

جو شخص رہبر (مرشد) کے بغیر راستہ طے کرتا ہے اس کا دو دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جاتا ہے۔

مولانا رومؒ

اخبار التصوف

دُنیائے تصوف کی خبریں

لیاقت علی خان

جامع مسجد علی پور کا سنگ بنیاد

مورخہ 14 دسمبر 2003ء کو علی پور نئی آبادی، اسلام آباد میں جامع مسجد نوربخشیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس رسم کو سید شہاب الدین اور آخوند علی محمد نے مشترکہ طور پر ادا کیا۔ مسجد کے لئے جگہ آخوند ابراہیم، حسن سرموی اور حاجی ابراہیم بلبل سرموی نے فی سبیل اللہ وقف کی تھی جو ڈیڑھ کنال پر محیط ہے۔ علی پور میں 50 کے قریب نوربخشی گھرانے آباد ہیں۔ جبکہ اس نئی آبادی میں 250 سے زائد لوگوں نے آباد ہونے کے لئے جگہ خریدے ہیں۔ اور اس تعداد میں روز بروز مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

افتتاحی تقریب میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر سید شہاب الدین صاحب نے عالم اسلام میں امن واتفاق کی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاہ سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ شاہ سید محمد نوربخشؒ اتحاد بین المسلمین کے علمبردار تھے۔ انہوں نے دین اسلام کی ترویج وترقی کے سلسلے میں مصائب ومشکلات کا بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس بیت اللہ کی تعمیر میں ذاتی مفاد، انانیت اور شیطانیت کی راہ کو چھوڑ کر یک جان ویک زبان ہو کر صرف رضائے الٰہی کی خاطر صدق دل سے کام کریں اور اس نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ آخوند علی محمد صاحب نے اپنے خطاب میں اتحاد واتفاق پر زور دیا اور مخیر حضرات کے حق میں دعائے خیر کی۔

رپورٹ: غلام محمد شاہین،

علی پور، اسلام آباد

اظہار مسرت وھدیۂ تبریک:

آل براہ ویلفیئر آرگنائزیشن کے زیر اہتمام مقبلہ علامہ محمد بشیر صاحب کے زیر صدارت منعقدہ ایک پروقار اجلاس میں جناب آغا سید جمال الدین موسوی میر واعظ موضع براہ کو ڈسٹرکٹ گانچھے کی زکوۃ کونسل کے چیئرمین کا منصب سنبھالنے پر ہدیہ تبریک پیش کیا گیا۔ اس امر پر نہایت مسرت کا اظہار کیا گیا کہ اب مستحقین زکوۃ کو ان کا پورا پورا حق مل جائے گا اور کسی مستحق کی حق تلفی نہیں ہوگی۔

رپورٹ: غلام مہدی، جنرل سیکرٹری

ڈاکٹر جعفر علی کا اعزاز

ڈاکٹر جعفر علی جن کا تعلق سکسہ چھوربٹ سے ہے، کا شروع ہی سے تعلیمی کیریئر انتہائی شاندار رہا۔ موصوف نہ صرف ایک مشفق اور انسان دوست ڈاکٹر ہے بلکہ انہیں روحانیت سے خصوصی شغف بھی حاصل ہے۔ جس بنا پر ڈاکٹر صاحب علاقہ چھوربٹ میں ایک شناسا شخصیت ہے۔ انہوں نے حال ہی میں (MCPS) انستھیالوجی Anaesthesiology کا امتحان کالج آف فزیشن اینڈ سرجنز پاکستان کراچی سے امتیازی نمبروں میں اور کمپلیکس

ہسپتال اسلام آباد سے بہترین ہاؤس آفیسر کا سرٹیفکیٹ ملا، 1998ء میں فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کیا۔ پوسٹ گریجویشن قائداعظم پوسٹ گریجویٹ میڈیکل کالج/پی آئی ایم ایس اسلام آباد سے مکمل کی Anaesthesiology اور Institute Care میں (MCPS) کرنے والے ناردرن ایریاز کے دوسرے اور بلتستان کے پہلے ڈاکٹر ہیں۔

براہ ویلفیئر آرگنائزیشن کا ہنگامی اجلاس

آل براہ ویلفیئر آرگنائزیشن کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت جناب غازی محمد بلال منعقد ہوا جس میں فنانس سیکرٹری کے خالی ہونے والے عہدے پر جناب محمد حسین دلشاد کو متفقہ طور پر نامزد کیا گیا۔ اجلاس میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ براہ کے ہوٹلوں میں ڈش انٹینا اور منی سینما کی وجہ سے نہ صرف نوجوان نسل اخلاقی طور پر تباہ ہو رہے ہیں بلکہ اسکولوں کے بچے پڑھائی کے بجائے ان ہوٹلوں کا رخ کر رہے ہیں۔ جس سے نوجوان نسل اور بچوں کا مستقبل تاریک ہونے کا خدشہ ہے۔ لہٰذا ضلعی اور مقامی انتظامیہ سے پُر زور مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایسی قابل مذمت چیزوں پر سختی سے پابندی لگا دیا جائے۔

رپورٹ: غلام مہدی

جنرل سیکرٹری

انجینئر محمد یوسف کو صدمہ

نوائے صوفیہ کے دیرینہ رفیق انجینئر محمد یوسف تھلوی مقیم سعودی عرب کے والدہ محترمہ ۹ جنوری ۲۰۰۴ء کو اپنے آبائی علاقے تھلے میں قضائے الٰہی سے رحلت کر گئی۔ ادارہ نوائے صوفیہ لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل اور مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اعتکاف نشینی کی اختتامی تقریب

امسال بھی جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں اعتکاف نشینی میں شائقین تصوف نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اختتام پر ایک پروقار جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت سید انور حسین کاظمی نے کی۔ مقررین میں مولانا محمد انور تھلوی، مولانا محمد علی عارف چھوروی اور جی ایچ معروفی بھی شامل تھے۔ مقررین نے کہا کہ صوفیاء کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عبادت و ریاضت کرنا صوفی ازم کا طرۂ امتیاز ہے۔ مقررین نے کہا کہ اعتکاف نشینی میں حصہ لینا بہت بڑی سعادتمندی ہے۔ جو شخص صحیح معنوں میں ایک دفعہ اعتکاف سے فیض یاب ہوتا ہے پھر وہ بار بار اس ریاضت سے ہمکنار ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ مقررین نے معتکفین کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا آپ لوگوں کا استقبال دراصل رحمت کے فرشتے کرتے ہیں تاہم انسانوں کی استقبال سے معتکفین کی مزید حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اعتکاف نشینی اسلامی تصوف میں حصول روحانیت کے لئے بنیادی شرط اور راہ سلوک میں زاد راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ریاضت کے بغیر تصوف کا دعویٰ کرنا مضحکہ خیز بات ہے۔ اس عمل میں ایک مرشد کامل کی رہنمائی انتہائی ضروری ہے کیونکہ دوران اعتکاف شیطان مختلف بھیس بدل کر معتکفین کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے حالات میں روحانی مرشد معتکفین کی رہنمائی کرتا ہے۔ ایسے مرشد کو فقہ الاحوط میں عالم ربانی کہا گیا ہے۔ مگر کچھ ناشناس ناقدین عالم ربانی سے مراد کوئی مافوق الفطرت شے کا تصور دے کر عوام کو بہکانے کی جسارت کر رہا ہے۔

رپورٹ: جی ایچ معروفی

اسلام آباد

(باقی صفحہ 32 پر ملاحظہ فرمائیں)

نامہ سالک

قارئین کے خطوط

مولانا محمد انور تھلوی

گذشتہ دنوں انجینئر ذاکر حسین ذاکر صاحب کے ساتھ ایک نشست ہوئی جس میں ان سے چند مفید قسم کے سوالات پر مبنی ایک انٹرویو لیا گیا جسے تحریری شکل میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ اس نوجوان سکالر کے نظریات اور خدشات سے ہماری نئی نسل کو آگاہی ملے اور ساتھ ہی ان میں اس مسلک حقہ کی حقیقی تعلیمات کو اپنانے کا جذبہ پیدا ہو۔

غلام رسول ثاقب سریکی

نوٹرے ڈیم انسٹیٹیوٹ ایجوکیشن

ایک مضمون بعنوان ''ابراہیم خلیل اللہ'' زیب نظر کیا جا رہا ہے مناسب سمجھیں تو شائع فرمائیں۔

حوالدار غلام مہدی کوروی

میں اس رسالے کا اس طرح منتظر رہتا ہوں جیسا ایک ماں اپنے بچھڑے ہوئے اکلوتے بچے کا انتظار کرتی ہے۔ رسالے کو عصر حاضر میں مبلغ تصوف کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مجھے مستقل خریداروں میں شامل کریں۔

سپاہی موسیٰ کلیم،

لاہور کینٹ۔

اول تو رسالہ تاخیر سے شائع ہوتا ہے اور وہ بھی قلیل تعداد میں جس کی وجہ سے بہت سے قاری دین فہمی کی سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آپ لوگوں کو اشاعت کے سلسلے میں بہت سی مشکلات درپیش ہیں لیکن ہمارے جذبات کا بھی خیال رکھیں۔

الماس علی، کراچی

نوائے صوفیہ عالم تصوف کا درخشندہ ستارہ کے مانند طلوع ہوتا ہے۔ اس کا ہر مضمون روحانیت میں افزونی کا باعث ہے۔ خصوصاً علامہ صاحب کا شرح فقہ اور مجاہد حسین کاوش کا روحانیت اور سلسلۃ الذہب پر مبنی مضامین نہایت دلچسپ ہیں۔ قبلہ علامہ صاحب! آپ سے گذارش ہے کہ قرآن پاک کے ترجمہ کے کام کو جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔

حوالدار علی خان تصوفی

13 این ایل آئی

اراکین ادارت کی محنت کی بدولت مسلک صوفیہ نوربخشیہ کا ترجمان نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے نام سے مشہور ہے۔ ایک سوال بھی عرض ہے۔

محمد اسلم ثاقب سریکی

میں عرصہ تین سال سے محمود آباد جامع مسجد سے رسالہ خرید کر پڑھ رہا ہوں۔ یہاں اکثر اوقات نوائے صوفیہ کم تعداد میں بھیجے جانے سے بہت سے لوگ خریدنے سے رہ جاتے ہیں یوں میرے علاوہ کئی لوگوں کو مایوس لوٹنا پڑتا ہے۔ براہ مہربانی کراچی کے لئے رسالہ کی تعداد کو بڑھائیں۔

محمد حسین سوئی

محمود آباد، کراچی

ماہ ستمبر کا شمارہ پڑھا۔ رشحات قلم میں عبدالرحمن صابر چھوربٹی کا لکھا ہوا قلمی پارینہ پسند آیا۔ نونہالوں کی حوصلہ افزائی کا یہ سلسلہ جاری رکھیں۔

پرویز حسین ڈم سی

نشریاتی جنگ میں نوائے صوفیہ کی حیثیت ہمارے ہاں قلمی ایٹم بم سے کم نہیں۔

محمد ابراہیم چھوربٹی

سیالکوٹ۔

ہمارے ادارے کے چند طلباء، وطالبات کی تصاویر ارسال خدمت ہیں۔ شامل اشاعت فرما کر ممنون فرمائیں۔

نثار حسین باڈواہ خپلو

پچھلے چار ماہ سے مجھے رسالہ نہیں مل رہا ہے۔ برائے مہربانی میرے نام ترسیل جاری رکھیں۔

محمد ابراہیم نوری

خریداری نمبر 787

ہر مہینے کے آخر میں نوائے صوفیہ کا شدت سے منتظر رہتا ہوں۔ نوائے صوفیہ ہی ملت نوربخشیہ کا وہ واحد رسالہ ہے جو تعصب سے پاک مضامین، خبریں اور تعلیمات اسلام شائع کرتے ہیں۔

ذاکر حسین ڈم سی، کراچی

بقیہ: دُنیائے تصوف کی خبریں

سرمیک میں محفل اعتکاف

خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ سرمیک میں ۸ روزہ اعتکاف نشینی کے سلسلے میں ایک عظیم الشان روحانی اجتماع منعقد ہوا جس کی صدارت قبلہ بوالحسن صاحب نے کی۔ جبکہ ڈسٹرکٹ کونسل سکردو کے وائس چیئرمین حاجی محمد علی صاحب مہمان خصوصی تھے۔ محفل کا باقاعدہ آغاز سید عباس نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ جبکہ عمران علی نے بارگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ مولانا عباس کوروی نے اعتکاف نشینی کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا اور اکیسویں صدی کی شیطانی چالوں کا مقابلہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ریاضت کے اس حلقے میں آنے پر زور دیا۔ مولانا محمد علی صاحب نے قرآن وسنت اور فقہ الاحوط کی تعلیمات کی روشنی میں اعتکاف نشینی کے فضائل پر روشنی ڈالی اور دعائیہ کلمات کے ساتھ اپنی تقریر کا اختتام کیا۔ آخر میں حاجی محمد علی صاحب نے دور دراز سے تشریف لائے ہوئے معتکفین اور دیگر شرکا کا شکریہ ادا کیا۔ اعتکاف نشینی کی اس ۸ روزہ پروگرام میں سرمیک، شیلا، سکردو، خپلو، شگر اور چھوربٹ سے ۱۵۰ معتکفین نے شرکت کی۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے شاہ ہمدان اسٹوڈنٹس فیڈریشن سرمیک کے جوانوں نے دن رات دلجمعی سے کام کیا۔ مملکت خداداد پاکستان کے استحکام کے لئے خصوصی دعاؤں کے ساتھ محفل سعید اختتام کو پہنچی۔ ۸ روزہ اس روحانی پروگرام کی نگرانی مولانا بشیر، مولانا رستم علی انجم، مولانا محمد علی اور قبلہ بوالحسن صاحبان نے فرمائی۔

رپورٹ: پریس سیکرٹری

تعزیتی اجلاس

نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ بنچھی خپلو کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں مسجد صوفیہ نوربخشیہ بنچھی خپلو بالا کے پیش امام آخوند محمد علی باڈواہ کے انتقال پر گہرے دُکھ کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں مرحوم کی دینی وسماجی خدمات کو سراہا گیا۔ اجلاس میں مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔ تعزیتی اجلاس میں فاچو شاہد حامد، ایس ایم ایوب، انور لطیف، غلام حسن، محمد اشرف، محمد امین، غلام محمد فردوس، غلام عباس، غلام مھدی، غلام رسول رسول اور دیگر نوجوانان شریک تھے۔

رپورٹ: فاچو انور لطیف،

G-7/4 اسلام آباد

تعاون کی اپیل

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ بَنیٰ لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنیٰ اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

ترجمہ: جس نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد سے متصل پلاٹ میں تعمیرات کے کام کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ حال ہی میں سی ڈی اے کی جانب سے الاٹ ہوئی تھی۔ کچھ حد تک کام کر لئے ہیں مثلاً فرش ڈالنے کا مرحلہ، جوتوں کے لئے ریک، میت کے غسل کے لئے جگہ اور ضروری ریپیرنگ کا کام، تاہم مسجد کی توسیع کے پیش نظر پلاٹ والے حصے میں نمازیوں کے لئے وضو خانے کی تکمیل اور فنشنگ زیر تعمیر ہے۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے کیونکہ آبادی میں روز افزوں اضافے سے نمازیوں کو وضو کے لئے قطار بنانی پڑتی ہے جس سے نمازیوں کو دشواری پیش آ رہی ہے۔

اسلام آباد کے مقامی لوگوں کا ان تعمیری کاموں میں غیر معمولی جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بار عید الفطر کے موقعہ پر حوصلہ افزا فطرانہ جمع ہوا ہے۔ انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نوربخشیہ تمام کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتی ہے اور امید ظاہر کرتی ہے کہ آئندہ بھی مخلصانہ تعاون جاری رہے گا۔

یاد رہے کہ! انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ مستقبل قریب میں اسلام آباد مسجد کو ایک شاندار خانقاہ کی شکل میں بنایا جائے گا جس کے لئے کثیر مقدار میں فنڈز درکار ہوں گے۔ لہٰذا جملہ ملت نوربخشیہ سے مخلصانہ اپیل کی جاتی ہے کہ اس بیت اللہ کے عظیم تر تعمیری کام میں حتی المقدور حصہ ڈالیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

داعی الی الخیر

انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نوربخشیہ،

اسلام آباد۔